

تَسْهِيلُ الْبِلَاغَةِ

تالیف

مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی

مدرس جامعہ عربیہ ہتھورا (ضلع بانڈہ)

مجلس نشریات اسلامیہ

۱۔ کے۔ ۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر ۱، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

پاکستان میں جملہ حقوق طباعت و اشاعت
بحق فضل ربی ندوی محفوظ ہیں

ہند اکوئی فرد یا ادارہ ان کتب کو شائع نہ کرے
ورنہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائیگی

نام کتاب	_____	تہذیب البلاغۃ
مصنف	_____	مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی
کتابت	_____	حسن اختر لکھنوی
طباعت	_____	احمد برادرز، ناظم آباد، کراچی
صفحات	_____	۲۰۸ صفحات
ٹیلیفون	_____	۶۶۰۱۸۱۴

اسٹاکٹ : مکتبہ ندوۃ قائم سینٹر اردو بازار کراچی
فون : ۲۶۳۸۹۱۴

ناشر

فضلہ ربیعہ ندوی

مجلس شریات اسلام

اے۔ ۳۔ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد کراچی۔ ۷۶۰۱۸۱۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست مضامین

۲۷ تا ۲۷

۲۳ تا ۲۸

۱۷

مقدمہ

فصل اول : فصاحت

۱. تعریف فصاحت ۲. اقسام

(الف) فصاحت کلمہ

تعریف و توضیح قیود

۲۰

(ب) فصاحت کلام

تعریف و توضیح قیود

۲۲

(ج) فصاحت متکلم

۲۷ تا ۲۷

فصل دوم - بلاغت

۲۳

۱. تعریف و اقسام

(الف) بلاغت کلام، تعریف و توضیح

۲۵

(ب) بلاغت محکم، مراتب بلاغت

۲۶

فصاحت و بلاغت کو جاننے کے ذرائع

۲۷

کتاب بلاغت کے مضامین

۲۸ تا ۲۹

باب اول

علم بیان

۲۹

تعریف علم بیان، علم بیان کی حقیقت

۳۰

دلالت، علم بیان کا موضوع

۳۱

مجاننا

۳۶-۶۵	مل اول ، تشبیہ
۳۶	تعریف ، ارکان ، امثلہ
۳۷	ادارۂ مشبہ اور وجہ مشبہ سے متعلق بعض ضروریات
۳۹	اقسام تشبیہ
۴۰	تشبیہ مرسل ، تشبیہ مؤکدہ
۴۱	تشبیہ مفصل ، تشبیہ مجمل ، تشبیہ یلیغ
۴۲	تشبیہ مقلوب
۴۳	تشبیہ ضمنی
۴۵	تشبیہ غیر تمثیل و تشبیہ تمثیل
۴۶	اقسام باعتبار افراد و ترکیب مشبہ و مشبہ بہ
	اقسام باعتبار تعدد مشبہ و مشبہ بہ
۴۸-۵۲	اعراض تشبیہ
۴۸	مشبہ کے امکان کا بیان
۴۹	مشبہ کے حال کا بیان
۵۰	حال و صفت کے معیار و مقدار کا بیان
	مشبہ کا حال ذہن نشین کرنا
۵۱	مشبہ کی تعظیم یا تحقیر
۵۳-۵۹	حسی و عقلی کی تفصیلات
۵۴	حسی کی تعریف مع توضیح
۵۵	عقلی کی تعریف و توضیح - وہمی ، خیالی ، وجدانی کی تعریفات
۵۸	مشبہ و مشبہ بہ دونوں کا حسی ہونا ، دونوں کا عقلی ہونا
۵۹	ایک کا حسی اور ایک کا عقلی ہونا
۶۰-۶۵	وجہ مشبہ
	وجہ مشبہ تحقیقی و تخیلی
۶۱	وجہ مشبہ داخل و خارج ، وصف حقیقی و وصف اضافی
۶۲	وصف حقیقی حسی و عقلی
۶۳	وجہ مشبہ واحد و بدرجہ واحد

۶۳	درجہ شبہ مقدور
۶۶ - ۸۷	فصل دوم - مجاز لغوی
۶۶	مجاز لغوی ، تعریف و اقسام
۶۷ - ۸۱	مبحث اول - استعارہ
۶۷	تعریف ، استعارہ کی حقیقت و ارکان
۶۸	قرینہ - تعریف و اقسام ، قرینہ لفظیہ و حالیہ
۷۱	اقسام استعارہ - استعارہ تصریحیہ
۷۲	استعارہ ممکنہ
۷۳	استعارہ اصلیہ و تبعیہ
۷۴	اقسام مذکورہ اجتماع
۷۵	استعارہ بنی و اللفظ
۷۷	استعارہ مطلقہ
۷۸	مجردہ ، مرشحہ ، موشحہ
۷۹	مجردہ و موشحہ کی شرط
۸۰	مراہب اقسام مذکورہ - یہ اقسام اور اقسام سابقہ
۸۱ - ۸۶	مبحث دوم - مجاز مرسل ، تعریف و علائق
۸۱ - ۸۸	فصل سوم - مجاز مرکب و مجاز عقلی
۸۹	مجاز مرکب کی تعریف و مثال - استعارہ تمثیلیہ
۹۰	مجاز عقلی ، تعریف ، شرائط ، مثال و صورت
۹۱ - ۹۶	فصل چہارم - کنایہ ، تعریف ، مثال و اقسام
۹۳	تلویح ، رمز
۹۵	اشارہ ، تعریف
۹۶	مجاز و کنایہ کا درجہ ، کنایہ کا قرینہ
۹۷ - ۱۰۰	باب دوم
	علم معانی
۹۸	تعریف ، مباحث علم معانی

فصل اول - خبر و انشاء

خبر

۱۰۰-۱۴۴

۱۰۰-۱۲۴

۱۰۰

۱۰۱

۱۰۳

۱۰۴

۱۰۵

۱۰۶

۱۰۸

۱۱۰

۱۱۳

۱۱۹

۱۲۱

۱۲۲

۱۲۵

۱۲۵

۱۲۶

۱۳۱

۱۳۴

۱۳۸

۱۴۱

۱۴۲

۱۴۳

۱۴۵-۱۴۹

۱۴۵

۱۴۶

۱۴۸

خبر کی تعریف

اشلہ و ارکان

اقسام - جملہ اسمیہ ، فوائد

جملہ فعلیہ ، فوائد

خبر ابستدائی و خبر طلبی

خبر انکاری

اغراض خبر

خبر کی مقتضی سے مطابقت

سند الیہ کے احوال - فوائد تعریف

تنکیر و توابع

ضمیمہ متصل

سند کے احوال

انشاء

تعریف ، اقسام - انشاء غیر طلبی و طلبی

امر ، تعریف و صیغے و دیگر معانی

نہی ، تعریف ، صیغے و دیگر معانی

استفہام ، تعریف ، الفاظ استفہام

کلمات استفہام کے دیگر معانی

تمنی ، تعریف و الفاظ و اشلہ

ترجی ، تعریف و الفاظ و اشلہ

نداء ، تعریف ، کلمات و اشلہ - نداء کے دیگر معانی

فصل دوم - قصر

تعریف ، ارکان ، طرق قصر

قصر حقیقی و اضافی

قصر صفت و قصر موصوف

۱۵۵-۱۵۰	فصل سوم . وصل و فصل
۱۵۰	وصل کی تعریف ، کلمات و مواقع
۱۵۲	فصل . تعریف و مواقع
۱۵۸-۱۵۱	فصل چہارم . تقدیم و تاخیر ، دوائی تقدیم و تاخیر
۱۶۲-۱۵۹	فصل پنجم . ذکر و حذت
۱۵۹	ذکر . تعریف و دوائی
۱۶۰	حذت . تعریف و دوائی
۱۶۹-۱۶۳	فصل ششم . ایجاز و المتاب
۱۶۳	ایجاز . تعریف و اقسام
۱۶۳	دوائی ، مراتب ، اخلاص
۱۶۵	مساوات . تعریف و مثال
۱۶۷	المتاب . تعریف و دوائی و صورت
۱۶۸	اعتراض
	تذییل و ایغال

باب شوم

علم بدیع

۱۶۲	تعریف و توضیح و تقسیم
۱۹۳-۱۶۳	فصل اول . محسنات لفظیہ
۱۶۳	تعریف ، جناس تعریف و اقسام
۱۶۵	اقتباس ، تعریف و حکم
۱۶۶	سجع ، تعریف و احکام
۱۶۹	تشابہ ، تصدیق
۱۸۰	قلب
۱۸۱	عکس ، تشریح ، موارد
۱۸۲	استلاف
۱۸۳	فصل دوم . محسنات معنویہ

۱۸۳	تعریف ، وصور توری
۱۸۵	طابق - تعریف و اقسام
۱۸۶	مقابلہ ، حسن تعلیل ، تاکید المدح ، بما يشبه الذم
۱۸۷	تأكيد الذم ، بما يشبه المدح
۱۸۹	مراعاة النظير ، استخدام
۱۹۰	جمع ، تفریق ، تقسیم
۱۹۱	استلاف
۱۹۲	اسلوب الحكيم
۱۹۳	اقتصاد ، مشاكلة
۱۹۵	مزا دجت ، الرجوع ، الف و نشر
۱۹۶	لف و نشر مرتب ، غير مرتب ، تجريد
۱۹۷	مبالغة
۱۹۹	تخييل ، اتهام ، استطراد
۲۰۰	الاستئذان ، ادماج
۲۰۱	النقاة ، احباك
۲۰۲	توزیع و حذف
۲۰۳	تضمين ، عقد و حل تلخيص
۲۰۵	حسن ابتداء ، برقت استهلال
۲۰۶	حسن تخلص ، حسن انتها براعة طلب



پیش لفظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَلَّمَ الْبَيَانَ وَالتَّبْيَانَ
وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى مَبْعِ الْفَصَاحَةِ
وَالْبَلَاغَةِ صَاحِبِ الْمَعَانِي الْبَدِيعَةِ
وَالْكَلَامِ الْجَامِعَةِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ رَسُولِ
الْإِنْسِ وَالْجَانِ وَعَلَى آلِهِ الْكِرَامِ وَأَصْحَابِهِ
الْعِظَامِ وَكُلِّ مَنْ تَبِعَهُمْ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ بِأَحْسَنِ

امّا بعد

”ہتورا“ (جس کا اصل نام اس بستی کو آباد کرنے والے بزرگ سید حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر حسین پور ہے اور ان کی ایک کرامت کی وجہ سے ہتورا مشہور ہے) ملک و صوبہ تو کیا ضلع کی ایک غیر معروف چند مسلم گھرانوں پر مشتمل بستی تھی جس کے ایک فرد نے وقت پڑنے پر وقت کے ایک بڑے عالم و محدث اور بزرگ مولانا قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد رشید

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ کو اپنے زیر سایہ پناہ دی تھی اور اس فرد نے ان بزرگ کی ہنوار سے لے کر پانی پت تک خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ثمرہ اس بستی کو موجودہ شہرت اور دین و علم کا مرکز بنانے کے ذریعہ اور ان بزرگ کو ایک عالم باطل پوتے کی صورت میں دیا، جس کی شہرت و عزت اس گاؤں اور اس کے دینی مرکز کی شہرت و عزت پر فائق ہے۔

مدرسہ کی عمر اتنی نہیں جتنا کہ نام اس کا بڑا ہے اور احاطہ بھی اتنا وسیع نہیں جتنا کہ اس کے کارنامے اور خدمات وسیع ہیں۔ ۱۳۷۱ھ میں، علما کے مسلمانوں کی انتہائی جہالت اور علم و عمل دونوں سے دوری کی بدولت ارتداد میں مبتلا ہو جانے کی خبر سے بے چین و مضطرب ہو کر اسی بزرگ دادا کے پوتے نے اس گاؤں سے علم دین کی اشاعت کا کام کرنے کا ارادہ کیا اور ہر چار طرن کسی دینی قلعہ کی بنیاد ڈالنے اور اسے پائدار بنانے کی ہر ممکن کوشش سے عاجز آ کر اپنے ہی گاؤں اور مولد و منار میں صبر و قناعت اور خدمت دین و علم کے اہادہ سے سرشار ہو کر پڑ رہنے کا ارادہ کر لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تیس سال کا عرصہ نہیں گزرا کہ اس کے آفتاب علم کی کرنیں ہند کے آفاق سے تجاوز کر کے آفاق عالم تک پہنچنے لگیں اور جس گاؤں کو اس کا جوار و ضلع نہیں جانتا تھا، اس گاؤں تک دور دراز کے ملکوں کے رہنے والوں کی دور شروع ہو گئی، محض اس لیے کہ اس گاؤں کے دریائے علم سے خود کو میراب کر سکیں اور اس کے بحر معرفت سے اپنی تشنگی دور کر سکیں۔

الحمد للہ اس مدرسے روزِ اوّل سے علم دین کی عظیم خدمات انجام

دیں اور بالخصوص اس اطراف و علاقے میں جو "بندیل کھنڈ" کے نام سے جانا جاتا ہے اور ملک و صوبہ میں ہر اعتبار سے پسماندہ سمجھا جاتا ہے۔

علاقہ کی پسماندگی، باشندگان کے مزاج کی تندی و تیزی اور علم کے ذریعہ حاصل ہونے والے فوائد و ثمرات کے پیش نظر حضرت بانی درویش مولانا صدیق احمد صاحب مظہر العالی نے طالبان علم کے لیے ہر وہ راہ نکالی جس کی بنیاد پر محرومی ان کے حقہ میں نہ آئے اور نہ سہی تو کم از کم "ایمان" ہی باقی رہے اور "اعتقاد" ہی صحیح رہے۔ اس لیے یہاں سال کے روزِ آدل سے لے کر روزِ آخر تک طلباء کا داخلہ ہوتا ہے اور یہاں داخلہ کے بعد کسب علم سے محروم ہونے کی کوئی صورت ان کے لیے پیدا نہیں کی جاتی۔

"علم" کی عام اشاعت اور اس کے حصول کے سلسلے میں تسہیل کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ کم از کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھانے کی کوشش ہوتی ہے۔

اور اس کی دوسری اہم کڑی یہ ہے کہ اصول و قواعد کی تعلیم کے لیے ابتداءً اردو زبان اختیار کی گئی ہے جس کی وجہ سے جن فنون میں اردو میں کوئی ابتدائی کتاب نہیں ہے ان میں ابتدائی رسائل کی ترتیب و تصنیف کا منصوبہ بنا اور جن فنون میں رسائل موجود ہیں ان کو داخل نصاب کیا گیا اور با اوقات ان کے اسلوب کی دقت یا فن کے جملہ مسائل کے عدم احاطہ کو محسوس کر کے ان فنون میں بھی مستقل رسائل کی تصنیف کا ارادہ کیا گیا اور الحمد للہ اس سلسلہ میں تصنیف و اشاعت کا سلسلہ چل پڑا۔

اس سلسلہ کی ابتدائی مساعی اس ذاتِ گرامی سے منسوب ہیں جن کا لکھنا ہوا یہ چین ہے اور جن کا بنایا یہ منصوبہ ہے اور آج ان کے طفیل انہیں کے زیر سایہ دو سکر خدام بھی ان کے چین کی آبادی کر رہے ہیں اور ان کے منصوبے کو زیادہ سے زیادہ توسیع دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حضرت موصوف نے بذاتِ خود متعدد رسائل تصنیف فرمائے جو شائع ہو چکے ہیں۔ تسہیل التجوید، تجوید کے اصول و قواعد پر نہایت مختصر جامع اور سہل اسلوب پر مشتمل رسالہ "تسہیل المنطق" منطق کے ابتدائی اصول و قواعد پر نہایت جامع و سہل اسلوب رسالہ جو اس سے پہلے لکھے گئے دو رسالوں یعنی "تیسیر المنطق" اور "المنطق" دونوں کی کفایت کرتا ہے۔ "تسہیل الصف" عربی صرف کے اصول و قواعد پر مشتمل تین حصوں میں حصہ اول و دوم کی اشاعت ہو چکی ہے۔ تیسرا زیر طبع ہے، اس میں بالخصوص تیسرا زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ مصنف گرامی سے اسے بڑی عرق ریزی و تحقیق کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ وہ صرف طلباء ہی نہیں بلکہ اساتذہ کے لیے بھی مفید ہے۔

آئندہ اسی انداز پر فنِ نحو میں بھی تسہیل النحو کے نام سے کام کرنے کا حضرت موصوف کا ارادہ ہے۔

اور اب اسی سلسلہ کی ایک حقیر کوشش بنام "تسہیل البلاغۃ" آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ظاہری کوشش کسی اور کی لیکن در پردہ حضرت گرامی کا ہی فیض ہے۔ انہیں کا حکم انہیں کی نگرانی، انہیں کے مشورے

اور انہیں کی تصحیح اور پھر تیار ہو جانے پر اشاعت کے سلسلے میں انہیں کا اصرار
یعنی انہیں کے مطلب کی کر رہا ہوں۔ زبان میری ہے بات ان کی۔ حق تعالیٰ
حضرت کے سایہ عاطفت کو دیر تک ہم خدام کے سروں پر باقی رکھے۔ احقر تو
کبھی کبھی حق تعالیٰ سے یہ بھی دعا مانگا کرتا ہے کہ مجھ گنہگار و ناکارہ کی باقی ماندہ
عمر کا حصہ حضرت کو دے دے کہ ان سے دنیا کو فیض پہنچے گا اور یہ ناکارہ اسے بھی
گناہوں سے طوث کر دے گا۔ کاش یہ دعا قبول ہو سکتی کہ شاید اسی کی بدولت
کچھ کام بن جاتا۔

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَمَا ذٰلِكَ
عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

کتاب سامنے ہے۔ یوں تو کسی بھی علم و فن میں کچھ نہیں آتا اور بالخصوص
یہ فنون عالیہ ان سے تو بالکل ہی محروم ہوں، چند کتابوں کی مدد سے یہ مجموعہ تیار ہو گیا ہے
جو حسب ذیل ہیں:

(۱) تلخیص الفتح اور اسکی مشہور شرح (۲) مختصر المعانی

(۳) البلاغۃ الواضحة (۴) کتاب قواعد اللغة العربیہ

(۵) دروس البلاغۃ اور اس کی شرح (۶) شرح البلاغۃ

(۷) سفینۃ البلغار

فن اور اس کے اصول و قواعد کے سلسلہ میں مرتب کی واقفیت کے انتہائی محدود اور
ناقص ہونے کی وجہ سے اس کا بہت قوی امکان ہے کہ تعبیرات یا مثالوں میں غلطیاں
نہیں بلکہ فحش غلطیاں ہو گئی ہوں۔ حضرت موصوف نے اگرچہ اس مجموعہ کو ملاحظہ

ضرور فرمایا ہے، ان کی شغولیات و مصروفیات اس سلسلہ کی کسی چیز کو بہ نظر غائر مطالعہ کرنے کا موقع نہیں دیتیں۔ اس لیے ضرور کوتاہیاں رہ گئی ہوں گی جو اس ناکارہ کی طرف منسوب ہوں گی، اور اسی کی ہیں۔ اکابر و اساتذہ سے بعد مطالعہ ان غلیظوں اور کتابوں کی نشان دہی کی درخواست ہے۔ اور جو حضرات کتاب سے استفادہ کریں ان سے بالخصوص حضرت موصوف کی محنت و عافیت اور عمر میں برکت کے لیے اور اگر کے بعد اگر خیال رہے اور مناسب سمجھا جائے تو اس ناکارہ کے لیے دین و علم کی خدمت کرتے ہوئے ایمان پر خاتمہ کی دعا فرمائیں۔ حق تعالیٰ میرے والدین جن کی نظر انتخاب نے مجھے اس راہ پر لگایا اور فراغت کے بعد اس سلسلہ کی خدمات میں مشغول فرمایا، اور اساتذہ جن کی نظر عنایات و توجہات نے ان حقیر خدمات کے لائق بنایا۔ کی مغفرت فرمائے اور ترقی و درجات سے نوازے۔

نقطہ

محمد عبید اللہ الاسعدی

دیکھا چہ طبع دوم

الحمد للہ کہ اس ناچیز کاوش کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے
ظاہر ہے کہ دوسرے ایڈیشن کی نوبت کتاب سے دل چسپی اور اس کی افادیت کے
احساس کی بنا پر ہی آئی ہے۔ اگرچہ پہلے ایڈیشن کی طباعت کے کئی سال بعد نوبت
آ رہی ہے مگر کسی نو آموز مولف (اور نئی تالیف کے تعارف میں وقت لگتا ہی ہے۔
یہ درمیانی وقفہ اتنا طویل رہا ہے کہ تسہیل نصاب کا جو منصوبہ بنایا گیا
تھا، الحمد للہ کہ وہ منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور اس منصوبہ کے تحت
جن کتابوں کی تالیف پیش نظر تھی، محض اللہ کے فضل سے نہ صرف ان کی تالیف مکمل
ہو چکی ہے بلکہ وہ شائع ہو کر متعارف ہو چکی ہیں۔ حضرت مولانا نے "تسہیل الفہم"
کے چار حصے مکمل فرمادیئے اور اس کے بعد "تسہیل النسخہ" کا نہایت جامع و مفید
کام کیا۔ یہ بھی شائع ہو چکی ہے۔

حقیر نے "تسہیل البلاغہ" کے بعد "الاصول الفقہ" کی تالیف کا رسوادت

حاصل کی اور اس کے بعد "علوم الحدیث" کے نام سے اصول حدیث پر کام کیا۔ الحمد للہ دونوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور اکابر سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ **فلک الحمد**۔ ایک دو کام مزید پیش نظر ہیں، حق تعالیٰ مدد فرمائے۔

یہ دوسرا ایڈیشن پہلے سے مختلف ہے۔ اضافہ تو برائے نام ہے البتہ ترتیب و تہذیب اور کتابت و طباعت کا نمایاں فرق ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ اس کی وجہ سے کتاب کی افادیت کچھ زیادہ ہی محسوس کی جائے گی حق تعالیٰ ان ناچیز کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازا کر ان کے واسطے سے مجھ کا رہ کو علم دین کے خدام میں شامل فرمائے۔

کتاب کی افادیت کو بڑھانے کے لیے ہر سبق کے ساتھ سوالات بھی رکھے گئے ہیں جن میں اشل سے متعلق بھی سوالات ہیں، ان کے حل کے لیے "البلاغۃ الواضحة" اور اس کی "کلید" سے مدد لی جاسکتی ہے۔

فقط

محمد عبید اللہ السعدی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمه

فصل اولی

فصاحت

فصل دوم

بلاغت

فصل اول

فصاحت

(۱)

۱۔ تعریف:

(الف) لغوی۔ ظاہر ہونا، واضح ہونا۔
(ب) اصطلاحی۔ چونکہ فصاحت کی متعدد اقسام ہیں اور ہر قسم کی تعریف دوسری قسم سے مختلف ہے اسلئے فصاحت کی کوئی جامع تعریف، جو تینوں اقسام کو عادی و شامل ہو، منقول نہیں ہے۔

۲۔ اقسام:

فصاحت کی تین اقسام ہیں:

(الف) فصاحتِ کلمہ، (ب) فصاحتِ کلام، (ج) فصاحتِ متکلم
(الف) فصاحتِ کلمہ

۱۔ تعریف: کلمہ کا (الف) تنافر حروف، (ب) مخالفتِ قیاس اور (ج) غرابت سے خالی ہونا۔

۲۔ توضیح: (الف) تنافر حروف، کلمہ کا ایسے حروف سے مرکب ہونا کہ زبان سے اس کے ادا کرنے میں دشواری ہو اور اس کا سُننا سماعت کے لئے گراں ہو۔

جیسے: صَفَحَ (اونٹ کے چارے میں کام آنے والا ایک پودہ)

النقاح (صاف و شیریں پانی)

(ب) مخالفتِ قیاس۔ کلمہ کا وزن کے اعتبار سے صرفی قواعد کے خلاف

ہونا، جیسے ”بوق“ کی جمع ”بوقات“ یہ خلافِ قاعدہ و قیاس ہے۔

قیاساً اس کی جمع ”ابواق“ ہونی چاہئے، اس لئے کہ جو اسم اجوف ہو

اس کی جمع ”افعال“ کے وزن پر آتی ہے۔

(ج) غرابت۔ کلمہ کا استعمالاً غیر مانوس ہونا اور معنی غیر واضح ہونا، یعنی یہ

کہ اس کا استعمال بھی کم ہو اور اس کے معنی و مراد کی طرف ذہن

جلدی منتقل بھی نہ ہو۔

جیسے تَكَاكُرٌ (معنی اجتماع) (فدلقع) (معنی انصر)

سَوَالَات

(۱) فصاحت کے معنی بتائیے (۲) فصاحت کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ (۳) فصاحت

کلمہ کی تعریف کیجئے (۴) تنافر حروف، مخالفت قیاس و غرابت ہر ایک کی تعریف توضیح

کیجئے (۵) امثلہ ذیل میں فصاحت کلمہ کی تعریف میں ذکر کردہ تینوں قیود کی نشاندہی کیجئے:

المستشور (المرتفع۔ بند) عذ البُعاق (السحابة الممطرة، برسنے والا

بادل) عذ حالل، يحلل (حل یحل سے) عذ اطلخم (اشتم)

عذ مسير۔ (منسوب الى السيرجی او السراج)

فصاحت

(۲)

(ب) فصاحتِ کلام

۱۔ تعریف۔ کلام کا (الف) ہر ہر کلمہ کی فصاحت کے ساتھ

(ب) تنافر کلمات (ج) ضعف تالیف (د) تعقید لفظی

(۴) تعقید معنوی سے خالی ہونا۔

۲۔ توضیح : (الف) ہر ہر کلمہ کے فصیح ہونے سے مراد یہ ہے کہ کلام میں

جتنے کلمات ہوں وہ ان تینوں اوصاف سے خالی ہوں جن کا ذکر فصاحت کلمہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

(ب) تنافر کلمات۔ کلمات کا باہم اس طرح مرکب ہونا کہ زبان سے ان کا تلفظ دشوار ہو اور کانوں پر ان کا سنا گراں گزرے، ایسا اس وقت ہوتا ہے جبکہ اکثر حروف کے مخارج ایک ہی ہوں یا ایک دوسرے سے قریب ہوں۔

جیسے ۛ وفی رفع عرش الشرع مثلاً یشروع (تحت شرع کو بلند کرنے کا کام آپ ہی جیسا آدمی شرع کرتا ہے)

(ج) ضعف تالیف۔ کلام کا مشہور قواعد نحو کے خلاف

مرکب ہونا مثلاً "اضمار قبل الذکر" لفظاً ورتبۃً دونوں طرح پایا جائے، یعنی کلام میں ایسی ضمیر لائی جائے کہ جس کا مرجع لفظاً بھی

بعد میں ہو اور ترتیب بھی کہ قاعدے کے اعتبار سے اسے بعد میں ہی
ہونا چاہئے جیسے ۵

جزی بنوہ ابوالغیلان عن کبر
(ابوالغیلان کو اس کے بیٹوں نے بڑھا پے کا)

وَحُسْنِ فَعْلٍ كَمَا يُجْزَى سِنِمَارُ

(اور حسن کردار کا ایسا ہی بدلہ دیا جیسا بدلہ سنمار نامی معمار کو دیا گیا)

اس شعر کے اندر "بنوہ" میں مضاف الیہ کی ضمیر کا مرجع ابوالغیلان
ہے، جو کہ لفظوں میں ضمیر کے بعد ہے اور ترتیب بھی اس کا وقوع بعد
ہی میں ہے اس لئے کہ ضمیر اپنے مضاف کے ساتھ مل کر فاعل ہے،
اور "ابوالغیلان" مفعول بہ ہے اور مفعول بہ فاعل کے بعد ہوا کرتا ہے
(۵) تَعْقِیْدِ لَفْظِی: کسی لفظی کوتاہی کی بنا پر معنی مقصود پر
کلام کی دلالت کا واضح نہ ہونا۔

لفظی کوتاہی مثلاً یہ کہ کلمات کو ان کی اصل جگہ سے مقدم و مؤخر
کر دینا یا جن کلمات کو باہم متصل ہونا چاہئے ان کے درمیان فصل کر دینا
جیسے، ما قرء الا واحدا محمد مع کتابا اخیا کہ اس کی اصل

۱۔ سنمار معمار کا فقرہ یہ ہے کہ اس سے بادشاہ وقت نے ایک محل تعمیر کرایا جو نہایت عالیشان
تیار ہوا تو بادشاہ نے اس جذبہ کے تحت کہ کوئی دوسرا اس معمار سے ایسا ہی محل تعمیر کرا کے
میرا مقابلہ نہ کرے، سنمار معمار کے دونوں ہاتھ کٹوا دیئے۔

ہے ماقدہ محمد مع اخیه، الا کتاباً واحداً۔ مثال میں یہ
 کیا گیا ہے کہ اداة استثناء و مستثنیٰ یعنی الا کتاباً کے درمیان
 نیز مضاف و مضاف الیہ یعنی مع اخیه کے درمیان فصل کر دیا گیا ہے اور
 صفت واحداً کو اس کے موصوف کتاباً پر مقدم کر دیا گیا ہے
 (۸) تعقید معنوی، کسی معنوی کوتاہی کی وجہ سے معنی مقصود پر کلام
 کی دلالت کا مخفی ہونا، مثلاً ایسے کنایات و مجازات کا لانا جن کا استعمال
 معنی مقصود کی ادائیگی کے لئے متعارف نہ ہو۔

جیسے نَشَرَ الْمَلِكُ السِّنَّةَ فِي الْمَدِينَةِ۔ اس جملہ میں السنۃ
 کا استعمال جاسوسوں کے لئے کیا گیا ہے جبکہ اس کے لئے لفظ "عیون"
 کا استعمال متعارف ہے اور یہ استعمال غیر معروف ہے۔

(ج) فصاحت متکلم

وہ ملکہ و صلاحیت ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے مقصود کو کلام فصیح کے
 ساتھ ادا کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

سوالات

- (۱) فصاحت کلام کی تعریف کیجئے۔ (۲) فصاحت کلام کے لئے کن قیود کا پایا جانا
 ضروری ہے؟ (۳) تناظر کلمات کیا ہے؟ (۴) ضعف تالیف کا کیا مطلب ہے؟
 مثالوں سے سمجھائیے (۵) تعقید کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ (۶) تعقید کی دونوں اقسام
 کی تعریف و توضیح کیجئے۔ (۷) فصاحت متکلم کی تعریف کیجئے۔

فصل دوم

بلاغت

۱۔ تعریف

(الف) لغوی :- پہونچنا۔

(ب) اصطلاحی :- طور پر چونکہ بلاغت کی دو اقسام ہیں اور ہر قسم کی مستقل تعریف ہے اسلئے بلاغت کی کوئی جامع تعریف نہیں کی جاتی۔

۲۔ اقسام :- بلاغت کی دو اقسام ہیں : (الف) بلاغت کلام (ب) بلاغت متکلم۔

(الف) بلاغت کلام

۱۔ تعریف :- کلام کا فصیح ہونے کے ساتھ مقتضی حال یعنی موقع و مخاطب کے مناسب ہونا۔

۲۔ توضیح :- ایک بات جو کسی موقع کے لئے مناسب ہوتی ہے دوسرے کے لئے بے محل ہوتی ہے، ایسے ہی ایک شخص کے حق میں موزوں ہوتی ہے مگر دوسرے کے لئے ناموزوں ہوتی ہے، اس لئے موقع و مخاطب کی رعایت کلام کے اندر بڑی اہمیت رکھتی ہے، اسی کو "مقتضی حال" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۳۰۔ مقتضی : (اسی کو "اعتبار مناسب" بھی کہتے ہیں) کلام کی وہ مخصوص صورت جو حال کی رعایت کی بنا پر پیدا ہوتی ہے۔
 ۳۱۔ حال : وہ امر معنوی جو متکلم کے لئے اپنے کلام میں کسی مخصوص صورت و ہیئت کو اپنانے کا داعی و باعث بنے۔

مثلاً مدح ایک حال ہے جو عبارت میں طول کا تقاضا کرتا ہے، اسی طرح مخاطب کی ذہانت ایک حال ہے جو کلام کے اندر اختصار کا تقاضا کرتی ہے۔

یعنی بلاغت کے سلسلہ میں تین چیزیں سامنے آتی ہیں اول مدح و ذہانت وغیرہ، دوم کلام کا اطناب یعنی طول، یا ایجاز یعنی اختصار، سوم اطناب یا ایجاز کے ساتھ کلام کو اختیار کرنا۔

اول ہر دو امر یعنی مدح و ذہانت اور ان جیسے امور "حال و احوال" کہلاتے ہیں، دوم ہر دو امر یعنی اطناب و ایجاز کو "مقتضی" کہتے ہیں۔ سوم ہر دو امر کو "مقتضائے حال" کی "مطابقت و رعایت" کہتے ہیں۔

(ب) بلاغت متکلم

وہ ملکہ و صلاحیت ہے جس کی مدد سے انسان اپنے مقصود کو کلام بلیغ کے ساتھ تعبیر کرنے پر قادر ہو، خواہ گفتگو کا تعلق جس موضوع سے بھی ہو۔

۳۔ بلاغت کے مراتب : بلاغت کا مدار چونکہ حال و مقتضی

کی رعایت پر ہے لہذا انہیں دونوں کی رعایت کے مطابق بلاغت کے مراتب متعین کئے جاتے ہیں، اور علم بدیع کے اصول کی رعایت بھی مراتب کو گھٹاتی و بڑھاتی ہے السببہ دو مراتب متعین ہیں، اعلیٰ و اسفل۔

اعلیٰ وہ مرتبہ جو کہ اعجاز کی حدوں کو چھوئے مگر اس میں داخل نہ ہو سکے، اس لئے کہ اعجاز میں داخل ہونا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اعجاز کا مطلب یہ ہے کہ کلام ایسا ہو کہ لوگ اسے معجزہ سمجھیں اور دوسرے اس کی نظیر نہ پیش کر سکیں۔

اسفل وہ مرتبہ کہ جس کی رعایت ہر انسان کے کلام میں بہر حال ضروری ہے ورنہ اس کا کلام حیوانات کی اصوات کے قیل سے شمار ہوتا ہے۔

۴۔ فصاحت و بلاغت کو جاننے کے ذرائع

کلام کے فصیح و بلیغ ہونے کے لئے جن امور کا پایا جانا ضروری ہے ان سے واقفیت مختلف علوم کے ذریعہ ہوتی ہے اس لیے بلیغ کے لیے ان علوم کا حامل ہونا اور ان میں کامل ہونا ضروری ہے۔

(الف) مخالفت قیاس کو "علم صرف" کے ذریعہ جانا جاتا ہے۔

(ب) ضعف تالیف اور تعقید لفظی، کو جاننے کا ذریعہ "علم نحو" ہے۔

(ج) غرابت کلمات، کا علم "لغت" کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے یعنی لغت میں مہارت اور خصوصی شغف کے ذریعہ۔

- (۵) تعقید معنوی کو "علم بیان" کے ذریعہ جانا جاتا ہے۔
 (۶) احوال و مقتضیات کو جاننے کا ذریعہ "علم معانی" ہے۔
 (۷) تنافر خواہ حروف کا ہو یا کلمات کا، اس کا ادراک محض "ذوقِ سلیم" کے ذریعہ ہوتا ہے جو مذکورہ بالا علوم میں مہارت و مناسبت پیدا ہوتا ہے۔
 ۵۔ کتب بلاغت کے مضامین اور علم بلاغت کا مصداق

فصاحت و بلاغت کے لئے مطلوب امور کو مختلف علوم کی مدد سے جانا جاتا ہے، جن میں سے اکثر پر مستقلاً بہت سی کتابیں موجود ہیں، اس لئے بلاغت کی کتابوں میں عموماً دو علوم ذکر کئے جاتے ہیں اور انہیں کو علم بلاغت کا مصداق قرار دیا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ ایک تیسرے علم کو بھی شامل کر لیتے ہیں اول بیان، دوم معانی اور سوم بدیع۔

سَوَالِات

- (۱) بلاغت کے لغوی و اصطلاحی معنی بتائیے۔ (۲) بلاغت کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟
 (۳) ہر دو اقسام کی تعریف کیجئے۔ (۴) مقتضی و حال کا کیا مطلب ہے تعریف و توضیح کیجئے۔
 (۵) بلوغ کے لئے کن کن علوم سے واقع ہونا ضروری ہے۔ (۶) نیز بتائیے کہ کسی بڑے سے کہنا کہ تم کب آئے؟ کسی کو مبارکباد دینے میں رونے کا انداز اپنانا اور تعزیت کے موقع پر مسرت آمیز جملہ و انداز کا استعمال حدود بلاغت کے اندر ہے یا اس سے خارج؟

باب اوّل

علم بیان

75

۱۔ تعریفِ علمِ بیان

ان اصول و قواعد کا جاننا جن کے ذریعہ انسان ایک ہی معنی کو ایسے مختلف طریقوں و جملوں سے ادا کرنے پر قادر ہو کہ وہ طریقے و جملے معنی مراد پر دلالت کرنے میں باعتبار وضاحت ایک دوسرے پر فائق ہوں۔

۲۔ توضیح : مثلاً ہمیں زید کی سخاوت کو بیان کرنا ہے یا سورج کے دن بھر روشن رہنے کو، تو ان دونوں مضمونوں کو مختلف تعبیروں میں ادا کرنا، درآئحالیکہ وہ تعبیرات وضاحت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں، ”علمِ بیان“ کہلائے گا۔

(الف) زید کریم، زید سخی، زید جواد، زید ید علیا، زید طویل الباع۔

(ب) سورج ایسا چراغ ہے جو کبھی گل نہیں ہوتا۔ سورج قدرت کا جگمگاتا ہوا دیا ہے، آسمان ہمیشہ اس سنہرے پھول سے فائدہ حاصل کرتا رہتا ہے۔

عربی کے پانچوں جملے زید کی سخاوت کو بیان کرتے ہیں، اور لفظ و تعبیر کے اختلاف کی وجہ سے معنی مقصود پر سب کی دلالت مختلف مراحل کی ہے ان میں سے اولین جملے سب زیادہ واضح ہیں جیسے کہ اردو کے جملوں میں پہلا سب زیادہ سورج کے مستقل روشن رہنے کو بتانا ہے۔

۳۔ علمِ بیان کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ انسان محض ایک یا چند معانی و مضامین کو مختلف تعبیرات سے ادا کر لے، بلکہ اس کے لئے انسان

میں اس کا ملکہ ہونا ضروری ہے کہ جس معنی و مضمون کو چاہے مختلف الفاظ و سیرایے میں ذکر کر سکے۔

۴۔ دلالت : ”علم بیان“ کی تعریف میں دلالت کا ذکر آیا ہے۔ اس دلالت کا وہی مفہوم ہے جو کہ منطق میں معروف ہے، یعنی ایک چیز کے جان لینے کی وجہ سے دوسری کو جاننا۔ یا ”ایک چیز کا کسی دوسری چیز کو بتانا“ اور جیسا کہ معروف ہے دلالت کی چند اقسام ہیں، جن کا تذکرہ منطق کی کتابوں میں عام ہے اس لئے ہم اس سلسلہ میں یہاں محض ایک امر کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں جو اس سلسلہ میں ”علم بیان“ کے خواص میں سے ہے اور اس کا منطقی دلالت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور وہ یہ کہ علم بیان کی اصطلاح میں علم منطق کی ”دلالت لفظیہ وضعیہ“ کی قسم اول یعنی دلالت ”مطابقی“ کو ”دلالت وضعیہ“ کہتے ہیں اور دوسری و تیسری قسم یعنی دلالت تضمنی و دلالت التزامی کو ”دلالت عقلیہ“ کہتے ہیں۔

”دلالت مطابقی“ کا مطلب ہے لفظ کا اپنے پورے موضوع لہ کو بتانا، اور ”دلالت تضمنی“ یہ ہے کہ لفظ اپنے معنی کے کسی جز پر دلالت کرے اور دلالت التزامی یہ ہے کہ لفظ اپنے معنی کے کسی ازم کو بتائے۔

۵۔ علم بیان کا موضوع : ”محض دلالت عقلیہ“ یعنی دلالت تضمنی و التزامی

ہے، اس لئے کہ ایک معنی کو مختلف پیرایہ میں ذکر کرنا، جو کہ علم بیان کی حقیقت ہے، دلالت تفسنی و التزامی میں ہی ممکن ہے۔

دلالت تفسنی میں اس لئے کہ ایک شے کے چند اجزاء ہو سکتے ہیں، اور کبھی ان اجزاء کے بھی اعضاء ہوتے ہیں، یعنی ایک شے میں کبھی جزو بھی ہوتا ہے اور جزو الجز بھی، اور جزو الجز کے مقابلے میں جزو کی دلالت معنی پر زیادہ واضح ہوتی ہے مثلاً ”حیوان“ بھی جسم پر دلالت کرتا ہے اور ”انسان“ بھی مگر حیوان کی دلالت زیادہ واضح ہے، اس لئے کہ حیوان جسم کا جزو ہے اور انسان جزو الجز ہے۔

اسی طرح ”دلالت التزامی“ کا معاملہ یہ ہے کہ ایک شے کے کئی لوازم ہو سکتے ہیں اور ایسے کہ ان میں سے بعض بہ مقابلہ دوسرے بعض کے اپنے ملزوم کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، اور جو زیادہ قریب ہوتے ہیں ان کے ذریعہ ملزوم کو جلدی سمجھا جاسکتا ہے۔

تنبیہ: تفصیل بالا سے ظاہر ہے کہ ”علم بیان“ کے مطابق معنی مقصود کی ادائیگی کے لئے ان الفاظ کا استعمال نہیں ہوتا جو کہ اس کی ادائیگی کے لئے وضع ہوتے ہیں بلکہ ان الفاظ کا استعمال ہوتا ہے جو کہ معنی مقصود سے تفسن و التزام کے طور پر تعلق رکھنے والے امور پر دلالت کریں۔

سَوَالَات

- (۱) علم بیان کی تعریف کیجئے اور مثالوں سے توضیح کیجئے۔
 - (۲) علم بیان کی حقیقت ذکر کیجئے۔ (۳) دلالت کی کن اقسام سے اہل بلاغت بحث کرتے ہیں اور ان کو کیا عرزان دیتے ہیں؟ (۴) علم بیان کا موضوع کیسا ہے؟
 - (۵) دلالت تفسیری والتزامی ہی علم بیان کا موضوع کیوں ہیں؟
 - (۶) علم بیان کے مطابق الفاظ کی دلالت کس قسم کے معانی پر ہوتی ہے؟
-

محاذ

ذکر کیا جا چکا ہے کہ علم بیان کا محاذ یہ ہے کہ معنی مقصود کی ادائیگی کے لئے جو الفاظ وضع ہوتے ہیں، معنی مقصود کے لئے ان کا استعمال نہ کر کے دوسرے الفاظ لائے جائیں جو کہ تضمن یا التزام کے طور پر معنی مقصود پر دلالت کریں۔

لفظ کو جس معنی کے لئے وضع کیا جاتا ہے اس معنی کو "موضوع لہ" اور دوسرے معنی جس کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے اس کو "غیر موضوع لہ" کہتے ہیں۔

کسی لفظ کو جب معنی موضوع لہ کے علاوہ کسی دوسرے معنی کے لئے استعمال کیا جائے تو معنی موضوع لہ اور غیر موضوع لہ دونوں کے درمیان تعلق تو ہوگا ہی، اس لئے کہ تعلق و مناسبت کی بنیاد پر ہی ایک معنی کے بجائے دوسرے معنی کو مراد لیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی معنی غیر موضوع لہ کے مراد لینے

۱۔ تضمن کا مطلب ہے کہ لفظ استعمال کا مصداق اس معنی مقصود کا جز ہو جو کہ اپنے کل کو بتائے

اور التزام یہ ہے کہ مصداق لازم ہو جو کہ لازم کو بتائے۔

پر کوئی قرینہ بھی ہونا چاہیے۔ اگر لفظ کے معنی موضوع لہ اور غیر موضوع لہ کے درمیان تعلق کے ہوتے ہوئے کسی قرینہ کی بنا پر غیر موضوع لہ معنی کو مراد لیا جائے، تو لفظ کو "مجاز" کہتے ہیں۔

پھر اگر معنی موضوع لہ، وغیرہ موضوع لہ، دونوں کے درمیان تعلق "تشبیہ" کا ہو تو مجاز کو "استعارہ" کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی دوسرا تعلق ہو جس کا ذکر آگے آئے گا، تو اس کو "مجاز مُرْسَل" کہتے ہیں۔

جیسے جو لفظ مجاز کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس کے ایک معنی اصلی موضوع لہ اور دوسرے معنی موقع پر مقصود وغیرہ موضوع لہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح "کنایہ" کے طور پر جو لفظ استعمال ہوتا ہے اس کے بھی دو معانی ہوتے ہیں مگر دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مجاز کے ساتھ جو قرینہ ہوتا ہے اس کی بنا پر اس کے اصلی معنی مراد نہیں لئے جاسکتے اور "کنایہ" کا معاملہ یہ ہے کہ اصلی معنی کو بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

مجاز کا استعمال دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ فعل کی اسناد و نسبت حقیقہً جس کی طرف ہونی چاہیے اس کے بجائے غیر کی طرف کر دی جائے اس کو "مجاز عقلی" کہتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لفظ کے اصلی معنی کے بجائے کوئی دوسرے معنی مراد لئے جائیں، اس کو "مجاز لغوی" کہتے ہیں کہ مجاز کی زیادہ تر بحثیں "مجاز لغوی" کے تحت ہی آتی ہیں۔

اور "مجاز" کے اندر معنی موضوع لہ، وغیرہ موضوع لہ کے درمیان جو تعلق د

مناسبت کی بحث آتی ہے اس کا تعلق "مجاز لغوی" سے ہی ہے۔ گزر چکا ہے کہ یہ تعلق اگر "تشبیہ" کا ہو تو "مجاز" کو "استعارہ" درجہ "مجاز مرسل" کہتے ہیں پہلے ہم "تشبیہ" سے متعلق ضروری تفصیلات ذکر کر رہے ہیں پھر "استعارہ" و "مجاز مرسل" کی تفصیلات آئیں گی۔

سَوَالِات

- (۱) موضوع لہ و غیر موضوع لہ کس کو کہتے ہیں ؟ (۲) جب کسی لفظ سے غیر موضوع لہ، معنی کو مراد لیا جائے تو کیا کیا چیزیں ضروری ہیں ؟ (۳) "استعارہ" اور "مجاز مرسل" کس کو کہتے ہیں ؟ (۴) مجاز و کنایہ میں کیا مناسبت ہے اور کیا فرق ہے ؟ (۵) مجاز عقلی اور مجاز لغوی میں کیا فرق ہے ؟ (۶) استعارہ و مجاز مرسل، مجاز کی کس قسم کی اقسام ہیں ؟

فصل اول تشبیہ

۱۔ تعریف: کلمات تشبیہ میں سے کسی کے ذریعہ دوسرا سے زائد چیزوں کی ایک یا ایک سے زائد وصف میں شرکت کو بیان کرنا خواہ کلمات تشبیہ مذکور ہوں یا مذکور نہ ہوں لیکن ملحوظ ہوں۔

۲۔ ارکان تشبیہ: یہ چار ہیں: (الف) مشبہ (ب) مشبہ بہ (ج) اداتہ تشبیہ (د) وجہ تشبیہ۔

(الف) مشبہ: وہ امر جسے شریک بتایا جائے۔

(ب) مشبہ بہ: وہ امر جس کے ساتھ شریک بتایا جائے۔ ان دونوں کو ”طرفا التشبیہ“ (تشبیہ کے دو کنارے دو دھتے) بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ تشبیہ کے باب میں اصل یہی دونوں ہوتے ہیں۔

(ج) اداتہ تشبیہ: وہ کلمہ جو مشابہت کے معنی دے۔

(د) وجہ تشبیہ: وہ وصف جس میں مشبہ اور مشبہ بہ کی شرکت بیان کی جائے۔

۳۔ امثله مع توضیح: (الف) زید بہادری میں شیر کی مانند ہے

(ب) انت كالشمس فی الضیاء

پہلی مثال میں لفظ ”زید“ اور دوسری میں ”انت“ مشبہ ہے۔ اور

پہلی میں ”شیر“ اور دوسری میں ”الشمس“ مشبہ بہ ہے۔ پہلی میں

”مانند“ اور دوسری میں ”ک“ کلمات تشبیہ میں اور پہلی میں ”بہادری

اور دوسری میں ”الضیاء“ وجہ شبہ ہیں۔

۴۔ تنبیہ بابت اداة شبہ، مشابہت کے معنی دینے والا کلمہ اسم بھی ہوتا ہے اور فعل حرف بھی۔

اسم جیسے مثل و شبہ و نحو فعل جیسے شبہ، شبہ، تشبہ، مشابہ، تشابہ وغیرہ حرف جیسے ک اور کائن۔

المبتدأ ک و کائن کے استعمال میں یہ فرق ہے کہ ”ک“ کے بعد آنے والا اسم مشبہ ہوتا ہے اور ”کائن“ کے بعد مشبہ مذکور ہوتا ہے۔ مشبہ کائن کی خبر کے طور پر لایا جاتا ہے جیسے زید کالاسد اور کائن زید الاسد، دونوں مثالوں میں زید ”مشبہ“ اور ”اسد“ مشبہ ہے مگر پہلی میں ”اداة شبہ“ لٹ۔ کے بعد الاسد مذکور ہے جو کہ مشبہ ہے اور دوسری میں ”اداة شبہ“ کائن کے بعد ”زید“ ہے جو کہ مشبہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ ”کائن“ تشبیہ کے معنی اسی وقت دیتا ہے جبکہ اس کی خبر جامد ہو جیسے مثال مذکور میں اور اگر اس کی خبر مشتق ہو تو وہ شک کے معنی دیتا ہے جیسے کائنات قائم۔

۵۔ تنبیہ بابت وجہ شبہ :

(الف) وجہ شبہ، مشبہ کے اندر بمقابلہ مشبہ کے زیادہ اور قوی ہوتی ہے جیسے بہادری، شیر میں بمقابلہ انسان کے زیادہ ہوتی ہے۔

(ب) وجہ شبہ کو عموماً "فی" کا مجرور بنا کر ذکر کیا جاتا ہے مگر کبھی بطور تمیز و مفعول مطلق بھی لاتے ہیں جیسے قلبہ کا الحجارۃ قسوة وصلابة اس میں "قسوة وصلابة" جو کہ تمیز ہیں، وجہ شبہ ہیں۔

ایسے ہی "ثار فلان ثوران الاسد" (فلاں شیر کی طرح بھڑک اٹھا) ثوران مفعول مطلق ہے جو کہ وجہ شبہ ہے مگر اس صورت میں وجہ شبہ کو مشبہہ کی طرف مضاف کر کے ذکر کیا کرتے ہیں۔

سَوَالَات

- (۱) تشبیہ کی تعریف کیجئے (۲) تشبیہ کے ارکان کتنے ہیں اور کیا کیا؟ مثال سے سمجھائیے
(۳) اداتہ شبہ کیا کیا چیزیں ہو سکتی ہیں؟ (۴) لک اور کان میں کیا فرق ہے نیز کان شک کے معنی کب دیتا ہے؟ (۵) وجہ شبہ کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ سمجھائیے۔ (۶) امثلاً ذیل میں ارکان تشبیہ کی نشان دہی کیجئے،

بَارَبِّ لَيْلٍ كَأَنَّهُ الصَّبُوحُ فِي الْحَسَنِ وَانْكَانَ اسْوَدَ الطَّيْلِسانِ
بَارَبِّ لَيْلٍ كَأَنَّهُ الصَّبُوحُ فِي الْحَسَنِ عَلَوًّا وَالبَدْرِ فِي الْاَشْرَاقِ
بَارَبِّ لَيْلٍ كَأَنَّهُ الصَّبُوحُ فِي الْحَسَنِ لَيْسَ لَهَا اَقَامَةٌ
بَارَبِّ لَيْلٍ كَأَنَّهُ الصَّبُوحُ فِي الْحَسَنِ صَفَاءً وَتَلَأُلُوًّا

اقسام تشبیہ

(۱)

۱۔ تمہید : ذکر کیا جا چکا ہے کہ تشبیہ کے چار ارکان ہیں۔ مشبہ، مشبہ بہ،
اداء تشبہ، وہبہ تشبہ۔ آخری دونوں رکن کبھی حذف کر دیے جاتے ہیں
کبھی دونوں، اور کبھی کوئی ایک۔ اس طرح کل پانچ اقسام بنتی ہیں:
(الف) تشبیہ مسل (ب) تشبیہ مؤکد (ج) تشبیہ مفصل (د) تشبیہ مجمل
(۵) تشبیہ بلیغ۔

(الف) تشبیہ مسل : وہ تشبیہ جس میں اداء تشبہ مذکور ہو، جیسے تشبیہ کی
گذشتہ اشلہ۔

(ب) تشبیہ مؤکد : وہ تشبیہ جس میں اداء تشبہ مذکور نہ ہو، جیسے :- زید
بہادری میں شیر ہے۔ زید حاتم فی الجود پہلی مثال میں "مانند"
اور دوسری میں "ک" و "مثل" محذوف ہے۔

۲۔ تنبیہ : اداء تشبہ کے حذف کی صورتیں
"اداء تشبہ" کے حذف کی صورت میں تشبیہ کے استعمال کی آٹھ صورتیں ذکر
کی گئی ہیں۔

(۱) مشبہ بہ خبر ہو، جیسے، الماء لجئت (چاندی)

(۲) مشبہ بہ حال ہو، جیسے سال الماء لجئت

(۳) مشبہ مصدر مضاف ہو اور نوعیت کو بیان کرتا ہو، جیسے،

صفاء الماء صفاء اللجین

(۴) مشبہ بہ خود مشبہ کی جانب مضاف ہو، جیسے : سال لجین الماء

(پانزی جیسا پانی بہہ رہا ہے)

(۵) مشبہ بہ افعال قلوب میں سے کسی کا مفعول ثانی ہو جیسے : علمت

الماء لجیناً

(۶) مشبہ بہ صفت ہو جیسے : سال ماء لجین (یہاں لجین جامد ہے)

مگر اسے صفت بنایا گیا ہے مشتق کی تاویل میں مان کر)

(۷) مشبہ مشبہ بہ کی طرف اس طور پر مضاف ہو کہ مضاف الیہ یعنی مشبہ بہ

مضاف یعنی مشبہ کا بیان واقع ہو جیسے : سال ماء اللجین

ای سال ماء هو اللجین

(۸) مشبہ کو مشبہ بہ کے ذریعہ بیان و واضح کیا جائے جیسے جبری

ماء من لجین، کہ اس میں من لجین، ماء کی تفسیر ہے۔

(ج) تشبیہ مفصل :- وہ تشبیہ جس میں وجہ شبہ مذکور ہو، جیسے تشبیہ مرسل

و مؤکد کی مذکورہ مثالیں۔

(د) تشبیہ محمل :- وہ تشبیہ جس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو جیسے "زید مانند

شیر ہے" اور "زید کحاتم" دونوں میں وجہ شبہ محذوف ہے۔

(ه) تشبیہ بلیغ :- وہ تشبیہ جس کے اداءہ شبہ اور وجہ شبہ دونوں کو محذوف

کر دیا جائے جیسے "زید شیر ہے" "زید کحاتم"۔

اس کو بلیغ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں وجہ مشبہ واداء مشبہ دونوں کو حذف کر دیا گیا ہے اور تشبیہ لمخوڑ ہے تو اس صورت میں بایں معنی مبالغہ پیدا ہو گیا ہے کہ "مشبہ" کو بعینہ "مشبہ" بنا دیا گیا ہے، اس لئے پانچوں صورتوں میں سب سے قوی و فائق یہی قسم و صورت ہے، اور اس سے بھی فائق یہ صورت ہے کہ مشبہ کو یا مشبہ کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ بس صرف ایک کو ذکر کیا جائے اور دوسرے کے بعض لوازم کو ذکر کیا جائے جیسے "رأیت اسداً یخاطب الناس" اس میں "اسداً" کا مشبہ مذکور نہیں ہے، یہ صورت اس لئے سب سے فائق ہے کہ تشبیہ میں حذف سے قوت پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ تشبیہ: اگر تشبیہ میں مشبہ و مشبہ بہ میں سے کسی کو حذف کر دیا جائے تو یہ صورت تشبیہ کی نہیں کہلاتی ہے بلکہ اصطلاحی طور پر اس کو "استعارہ" کہتے ہیں۔

سوالات

- (۱) اداتہ مشبہ و وجہ شبہ کے ذکر و حذف کے اعتبار سے تشبیہ کی کل کتنی اقسام نکلتی ہیں ؟
- (۲) ہر ایک کی تعریف و اشلہ ذکر کیجئے ۔ (۳) اداتہ مشبہ کے حذف کی صورتیں تفصیل سے بیان کیجئے
- (۴) تشبیہ بلیغ اور جس تشبیہ سے مشبہ محذوف ہو ، وہ قوی و فائق کیوں ہیں ؟ (۵) اشلہ ذیل میں اقام مذکور کی نشاندہی کیجئے ۔

بمّا كأنه النهار الزاهر

بمّا زُرنا حديقة كأنها الفردوس في الجمال والنهار

بمّا العالم سراج امتہ

بمّا رأيت الحاتم في قریتی

بمّا اذ انلت منك الودّ فالمال هینٌ وکلّ الذی فوق التراب تراب
(محبت)

اقسام تشبیہ

(۲)

گزشتہ اقسام تشبیہ کی بنیاد ارکان کے ذکر و حذف پر ہے۔ ان اقسام کے علاوہ تشبیہ کی بعض دوسری اقسام بھی معروف ہیں۔ یہاں ان میں سے چند کا ذکر کیا جا رہا ہے: —

(الف) تشبیہ مقلوب (ب) تشبیہ ضمنی (ج) تشبیہ غیر تمثیل (د) تشبیہ تمثیلی
(الف) تشبیہ مقلوب

۱۔ تعریف: وہ تشبیہ ہے جس میں مشبہہ کو مشبہ بہ بنایا جائے۔
۲۔ غرض: ایسا کرنے کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ ”وجہ شبہ“ کو بجائے اصل مشبہہ کے اہل مشبہہ میں زیادہ قوی بتایا یا پایا جاتا ہے اور قاعدہ کی رو سے وجہ شبہ کو مشبہہ کے اندر زیادہ قوی ہونا چاہیے اس لئے جب وجہ شبہ کو خود مشبہہ کے اندر کمزور بتایا یا پایا جائے تو ”مشبہہ“ کو ”مشبہ بہ“ کے درجہ میں قرار دے دیا کرتے ہیں۔

۳۔ مثال: وَبَدَّ الصَّبَاحُ كَأَنَّ غُرَّتَهُ

وَجْهَ الْخَلِيفَةِ حِينَ يُمْتَدِّحُ

(صبح ہوتی ہے اس طرح کہ اس کی چمک، خلیفہ کے چہرے کی چمک معلوم ہوتی ہے جبکہ اس کی

درج کی جارہی ہو)۔

اس مثال کے اندر چمک میں صباح کو مشبہ قرار دیا گیا ہے اور خلیفہ کے چہرے کو مشبہ بہ۔ حالانکہ اصلاً صباح مشبہ بہ ہے، مگر بالغۂ ایسا کر دیا گیا ہے تاکہ اصل مشبہ کے اندر وجہ شبہ کی قوت کو بتایا جائے اور مدح میں زیادہ سے زیادہ مبالغہ ہو۔

ب) تشبیہ ضمنی

- ۱۔ تعریف :- وہ تشبیہ جو کلام کے اندر اشارۃً و تلمیحاً واقع ہو، یعنی تشبیہ کے معرود طریقے و معرود ارکان کے ساتھ نہ ہو۔
- ۲۔ غرض :- اس کی یہ ہوتی ہے کہ مشبہ کی طرف منسوب امر کے امکان کو بیان کیا جائے۔

اور چونکہ اس میں ارکان تشبیہ کم از کم صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہوتے اس لئے یہ صورت تشبیہ کی بقیہ تمام صورتوں سے زیادہ بلیغ و قوی ہوتی ہے۔ تشبیہ کے اندر جتنا خفاء ہوتا ہے کلام کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳۔ مثال :- قد یسبب الفتی ولیس عجیباً

(بڑھا ہونا)

ان ییری النور فی القصیب الرطب
(پھول و پھل) (شاخ) (تازہ)

شاعر نے اس شعر میں یہ مضمون ذکر کیا ہے کہ کبھی بعض نوجوانوں میں جوانی کا ایام میں ہی بڑھا پے کے آثار و کمالات ظاہر ہونے لگتے ہیں اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے اس لئے کہ کبھی نئی و تازہ شاخیں بھی پھل و پھول دینے لگتی ہیں۔ اس شعر میں شاعر نے ایسے جوان کو نوپید پھل دینے والی ٹہنی سے

تشبیہ دی ہے مگر کلام میں نہ تو اداۃ تشبیہ و وجہ تشبیہ ہے اور نہ بظاہر مشبہ و مشبہ پر ہے، اس لئے یہ تشبیہ ضمنی ہے۔

(ج) تشبیہ غیر تمثیل

۱۔ تعریف۔ وہ تشبیہ جس میں وجہ تشبیہ صرف ایک شے ہو یا متعدد ہوں مگر سب الگ الگ مقصود ہوں۔

۲۔ امثله۔ (الف) گذشتہ مثالیں سب وصف واحد کے وجہ تشبیہ ہونے کی ہیں (ب) ایک ہی کلام میں متعدد اوصاف کا الگ الگ وجہ تشبیہ ہونا اس کی مثال ہے۔

ولیل کوج البحر ارنخی سدوله علی بانواع الهموم لیبتلی
(اٹھیل کرنا) (بردے) (قسم قسم کے رنج)

اس شعر میں شاعر نے رات کو سمندر کی موجوں سے دو چیزوں میں تشبیہ دی ہے ایک تاریکی میں دوسرے خوف و دہشت میں پہلے کی طرف "ارنخی اسدولہ" سے اشارہ ہے اور دوسرے کی طرف "بانواع الهموم" سے۔

(د) تشبیہ تمثیل

۱۔ تعریف۔ وہ تشبیہ جس میں متعدد اوصاف اس طرح وجہ تشبیہ بنائے جائیں کہ تشبیہ میں ان متعدد اوصاف کی مجموعی ہیئت مقصود ہو، افراد الگ الگ نہیں۔

۲۔ مثال۔ کانت الہلال نون لجبین غرقت فی صحیفۃ زرقاء
(گویا کہ چاند چاندی کا نون (زحون) ہے، جو کہ نیلے ورق میں ڈوبا ہوا ہے۔)

اس میں شاعر نے نیلے آسمان پر مانند قوس چمکتے ہوئے چاند کو نیلے
 درق پر چاندی کے بنے ہوئے حرف "نون" سے تشبیہ دی ہے۔ اس میں
 وجہ شبہ نہ امر واحد ہے اور نہ متعدد امور الگ الگ بلکہ ایک مجموعی ہیئت
 و حالت جس کا حاصل ہے "کسی سفید و چمک دار شے کا کسی نیلی شے
 کے اندر پایا جانا۔"

(۴) اقسام باعتبار افراد و ترکیب مشبہ و مشبہ بہ :- مشبہ و مشبہ بہ
 خود کبھی مفرد ہوتے ہیں اور کبھی مرکب، اس اعتبار سے تشبیہ کی چار
 صورتیں بنتی ہیں : (۱) مشبہ و مشبہ بہ دونوں مفرد ہوں، (۲) دونوں
 مرکب ہوں، (۳) مشبہ مفرد اور مشبہ بہ مرکب ہو، (۴) مشبہ مرکب اور
 مشبہ بہ مفرد ہو۔

"مرکب" سے "تشبیہ تمثیل" والی ترکیب، یعنی چند اشیاء و امور کی
 مجموعی ہیئت کا مقصود ہونا، مراد ہے۔ اسی لئے "تشبیہ تمثیل" کو "مرکب"
 اور مؤلف" کہتے ہیں اور تشبیہ غیر تمثیل کو "مفرد" و "مفرق" کہہ دیا کرتے ہیں
 اور تشبیہ غیر تمثیل کے وجہ شبہ کو "وجہ شبہ مفرد" اور تشبیہ تمثیل کے
 وجہ شبہ کو "وجہ شبہ مرکب" کہتے ہیں۔

(۵) اقسام باعتبار تعدد مشبہ و مشبہ بہ بدون ترکیب
 کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی جملے یا دو جملوں میں متعدد مشبہ اور
 مشبہ بہ مذکور ہوتے ہیں اور تشبیہ غیر تمثیل و تشبیہ مفرد کی صورت
 ہوتی ہے، اور اس میں دو حالتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ پہلے جتنے مشبہ

ہوں ان کو ذکر کیا جائے، پھر ترتیب کے ساتھ مشبہ کو لایا جائے۔ اسے
 ”تشبیہ ملفوف“ کہتے ہیں۔ دوسری حالت یہ کہ ہر مشبہ کے ساتھ اس کے
 مشبہ بہ کو ذکر کیا جائے، اسے ”تشبیہ مفروق“ کہتے ہیں۔ اول کو ملفوف اسلئے
 کہ تمام مشبہ اور مشبہ بہ ایک دوسرے سے متصل ہوتے ہیں، اور دوم کو
 مفروق اس لئے کہ ہر ہر مشبہ و مشبہ بہ دوسرے سے الگ ہوتا ہے۔

سَوَالَات

- (۱) تشبیہ مقلوب کی تعریف و توضیح کیجئے (۲) تشبیہ مقلوب کی غرض بتائیے۔ (۳) تشبیہ ضمنی کا کیا
 مطلب ہے و وضاحت کیجئے اور غرض بتائیے۔ (۴) تشبیہ تمثیل و غیر تمثیل میں کیا فرق ہے، مثالوں سے سمجھائیے
 (۵) مشبہ و مشبہ بہ کے افراد و ترکیب کی کتنی صورتیں بنتی ہیں؟ (۶) تمثیل و غیر تمثیل کے دیگر عناوین کیا ہیں
 (۷) تشبیہ ملفوف کس کو کہتے ہیں؟ (۸) تشبیہ مفروق کیا ہے؟ (۹) تشبیہ ذیل میں اقسام ذکر کرو
 کی نشاندہی کیجئے: —

۱۔ کَانَ النِّسِيمِ فِي الرِّقَّةِ اخْلَافَهُ	۲۔ کَانَ الْمَاءُ فِي الصِّفَاءِ طَبَاعَةً
۳۔ اصْبَحَ شَعْرِي مِنْهُمَا فِي مَكَانٍ	۴۔ فِي عُنُقِ الْحِمْزَاءِ لَيْسَتْ حَسَنُ الْعَقْدِ
میرا شعر مودع کے حق میں موزوں ہو گیا	اور حسین عورت کے گلے میں ہار اچھا ہی لگتا ہے۔
۵۔ کَرَمٌ تَبَيَّنَ فِي كَلَامِكَ مِثْلًا	۶۔ وَبَيْنَ عُنُقِ الْخَيْلِ مِنْ اصْوَاتِهَا
۷۔ وَتَرَاهُ فِي ظَلَمِ الْوَعْدِ مِنْ خَالٍ	۸۔ قَمَرًا يَكُرُّ عَلَى الرِّجَالِ بِكُوكَبِ
(تاریکی جنگ) (خیال کرنا)	
۹۔ وَمَا الْمَوْتُ إِلَّا مَارِقٌ دَقَّ شِمْعَهُ	۱۰۔ يَصُولُ بِلَا كَفٍّ وَبِإِعْيٍ بِلَا رَجُلٍ

اغراض تشبیہ

بلغ اپنے کلام میں جو بھی اسلوب اپناتا ہے، اس کی کوئی نہ کوئی معنوی حکمت ہو ا کرتی ہے، تشبیہ بھی اسباب بلاغت میں سے ہے، لہذا اس کا اپنانا بھی مختلف معنوی حکمتوں کی بنیاد پر ہوتا ہے، جن سے صاحب کلام بخوبی واقف ہوتا ہے، اور سننے والے بھی فن سے متعلق اپنی معلومات کی بنیاد پر ان کو خوب سمجھتے ہیں۔ یہ معنوی حکمتیں "اغراض تشبیہ" کہلاتی ہیں جو کہ متعدد ہیں۔ یہاں ان میں سے چند کا ذکر کیا جا رہا ہے :-

- ۱۔ مشبہ کے امکان کو بیان کرنا، ۲۔ مشبہ کے حال کو بیان کرنا۔
- ۳۔ مشبہ کے حال و صفت کے معیار و مقدار کو بیان کرنا، ۴۔ مشبہ کا حال سامع کے ذہن نشین کرنا، ۵۔ مشبہ کی تعظیم یا تحقیر
- ۱۔ مشبہ کے امکان کو بیان کرنا

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مشبہ کی طرف کسی ایسی چیز کی نسبت ہوتی ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے عجیب و غریب ہوتی ہے اور بظاہر ناممکن معلوم ہوتی ہے، تو تشبیہ کے ذریعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس طرح مشبہ ممکن ہے اسی طرح مشبہ بھی ممکن ہے کہ تعجب و غرابت کا پہلو مشبہ پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً :-

دانی الی ایذی العفاه و شاسع من کل ندی فی الندی و ضریب
 قریب ضرورت مند دور سخی سخاوت مثیل و نظیر

اس شعر میں شاعر نے اپنے ممدوح کے لئے دو متضاد اوصاف بیان کئے ہیں 'اَوَّل قَرِيبٌ هُوْنَا' دوم دور ہونا۔ قریب ہونا محتاج و ضرورت مند کے لئے اور دور ہونا سخاوت میں اپنے احباب کی کسی ہم مثل کے لئے۔ اور کسی کے اندر متضاد صفات کا پایا جانا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اس شعر کے بعد دوسرے شعر میں شاعر نے ہندین کے اجتماع کے امکان کو بصورت تشبیہ یوں ذکر کیا ہے ۵

كَالْبَدْرِ أَفْرَطَ فِي الْعُلُوِّ وَضَوْعِهِ لِلْعَصْبَةِ السَّارِبِ جَدَّ قَرِيبٍ
(بہت بلندی میں ہوتا ہے) (چلنے والے لوگوں کے لئے بہت قریب)

یعنی میرے ممدوح کے اندر قرب و بعد کے جمع ہونے پر کیا اشکال ہے کہ چاند کے اندر یہ دونوں وصف جمع ہیں وہ بلندی میں انسانوں سے بہت دور ہوتا ہے مگر اس کی روشنی میں انسان نہایا ہوا ہوتا ہے۔

۲۔ مشبہ کے حال کا بیان

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مشبہ تشبیہ سے پہلے مجہول الصفتہ ہوتا ہے کہ کوئی اس کے حال و کمال سے واقف نہیں ہوتا، تو تشبیہ کے ذریعے اس کے حال و کمال کو واضح کیا جاتا ہے۔ مثلاً ۵

كَأَنَّكَ شَمْسٌ وَالْمُلُوكُ كَوَاكِبٌ إِذَا طَلَعْتَ لَمْدِيدٌ مِنْهُمْ كَوَكَبٍ
اس شعر میں شاعر نے اپنے ممدوح بادشاہ کے کمال کو بذریعہ تشبیہ یوں واضح کیا ہے کہ تیرا حال تو سورج کے جیسا ہے اور تیرے سامنے باقی سلاطین ستاروں کی مانند ہیں کہ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو سارے

ستارے نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں، اسی طرح تیری شہرت و عزت کے آگے سارے سلاطین کی شہرت و عزت ماند ہو چکی ہے۔

۳۔ مشبہ کے حال و صفت کے معیار و مرتبہ کا بیان
کبھی سامع کو مشبہ کی کسی خاص صفت کا تو علم ہوتا ہے مگر مشبہ کو اس صفت میں جو کمال و معیار حاصل ہوتا ہے اس کا علم اس کو نہیں ہوتا، ایسی صورت میں تشبیہ کے ذریعے اس کے کمال و مرتبہ کو بیان کیا جاتا ہے جیسے ۵

فِيهَا اثْنَتَانِ وَارْبَعُونَ حُلِيَّةً سَوْدًا كَحَافِيَةِ الْغُرَابِ لَا سَحْمَ
(ان اونٹوں میں ۴۲ دودھاری اونٹیاں ہیں، ایسی کالی جیسے انتہائی کالے کوئے کے بازوؤں کے اندر کے بال)

سامع کو مشکلم کے پاس کالے رنگ کے اونٹوں کے ہونے کا علم تھا مگر ان کے کالے پن کے معیار کا اس کو علم نہیں تھا، شعر کے دوسرے مصرع میں تشبیہ کے ذریعے اسی چیز کو واضح کیا گیا ہے۔

۴۔ مشبہ کا حال سامع کے ذہن نشین کرنا
سامع ایک حال سے واقف ہوتا ہے مگر وہ حال سامع کے ذہن نشین نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ اس حال کے مناسب معاملہ نہیں کرتا، تو تشبیہ کے ذریعے ایسے حال کو مخاطب کے ذہن نشین کرایا جاتا ہے تاکہ وہ اس حال کا لحاظ رکھے اور اپنی اس نامناسب حرکت سے باز رہے جیسے ۵

إِنَّ الْقُلُوبَ إِذَا تَنَافَرَتْ دَدَّهَا مِثْلَ الزَّجَابَةِ كَسْرَهَا لَا يَجْبُرُ

(جن دلوں کا لگاؤ تعلق برگشتہ ہو جاتا ہے، وہ شیشے کی مانند ہوتے ہیں کہ ٹوٹا ہوا شیشہ جوڑا نہیں جاسکتا)۔

مخاطب اس امر سے واقف ہے کہ دل جب کسی شے یا کسی شخص سے پھر جاتا ہے تو دوبارہ اس کی طرف بمشکل متوجہ ہوتا ہے پھر بھی اس سے ایسی حرکتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں جن سے احباب کے دل ٹوٹتے ہیں۔ شاعر نے اس شعر میں تشبیہ کے ذریعہ دل کا یہ حال مخاطب کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے یہ کہہ کر کہ دل کا معاملہ شیشے کی مانند ہے کہ جیسے ٹوٹا ہوا شیشہ نہیں جوڑا جاسکتا، ٹوٹا ہوا برگشتہ دل بھی نہیں جوڑا دموڑا جاسکتا۔

تنبیہ: تشبیہ کی یہ غرض ان مواقع کے ساتھ خاص ہے جہاں مشبہ کوئی امر معنوی ہو۔

۵۔ مشبہ کی تعظیم یا تحقیر
کبھی تشبیہ کی غرض مشبہ کی تعظیم یعنی اس کی بڑائی و حسن و خوبی کو بیان کرنا ہوتا ہے، جیسے کہ کبھی اس کے ذریعہ مشبہ کی بُرائی و بد صورتی کو بیان کیا جاتا ہے جیسے

وَتَفْتَحُ لَا كَانَتْ۔ فَمَا لَوْرَايْتَهُ تَوْهَمْتَهُ بَابًا مِّنَ النَّارِ يُفْتَحُ

(وہ کھولتی ہے۔ اللہ کرے وہ نہ رہے۔ ایسا نہ کہ اگر تم اس کو دیکھ لو، تو اسے

جہنم کا کوئی دروازہ خیال کرو جسے کھول دیا گیا ہو)۔

اس شعر میں محض تحقیر کی غرض سے شاعر نے اپنی بوی کے کھلے ہوئے منہ کو جہنم کے کھلے ہوئے دروازہ سے تشبیہ دی ہے۔

۶۔ **تشبیہ** : عموماً اغراض تشبیہ کا تعلق مشبہ سے ہوتا ہے جیسا کہ گزشتہ تفصیلات سے واضح ہے۔ لیکن کبھی ان اغراض کا تعلق مشبہ سے بھی ہوتا ہے مگر اسی وقت جبکہ مشبہ کو مشبہ بنا کر ذکر و پیش کیا جائے۔ یعنی تشبیہ مقلوب میں اور چونکہ مشبہ سے یہ تعلق اس کو مشبہ بنانے کی وجہ سے ہی قائم ہوتا ہے اس لئے یہی کہا جائے گا کہ اغراض تشبیہ کا تعلق صرف مشبہ سے ہوتا ہے خواہ حقیقتاً مشبہ ہو یا تقدیراً، تقدیراً کا مطلب یہ ہے کہ اصلاً مشبہ نہ ہو مگر اسے مشبہ مان لیا گیا ہو۔

سوالات

(۱) اغراض تشبیہ سے کیا مراد ہے؟ (۲) مشبہ کے امکان کا کیا مطلب ہے؟ (۳) مشبہ کے حال اور مقدار حال کے بیان کا کیا مطلب ہے؟ مثال سے واضح کیجئے۔ (۴) مشبہ کا حال سامع کے ذہن نشین کرانے کی ضرورت کب پڑتی ہے؟ (۵) مشبہ کی تعظیم و تحقیر کی مثالیں اپنی طرف سے دیجئے۔ (۶) مثلہ ذیل میں اغراض تشبیہ کی نشاندہی کیجئے :

۱۔ اکم اب قد علا بابن ذراشرف کما علا برسول اللہ عدنان
(کتے خاندان میوں کی وجہ سے عزت کی بلندیوں پر پہنچ گئے جیسے کہ خاندان عثمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بلندی کو پہنچ گیا)

۲۔ اری کل ذی جود الیک مصیرہ کأنک بحر و الملوک کواکب

(سخاوت) (لوٹنا)

۳۔ ما قبولت عیناہ الاظمتا تحت الدجی نار الفریق حلولا

۴۔ مددت یدیک نحوہم احتفاء کمدھا الیہم بالہبات
(پھیلا نا) (جانب) (اکرام و اعزاز کے لئے)

۵۔ واذا اشار محمدٌ ثا فکانتہ قرد یقہقہ او عجوز تلطم
(طاغی انا)

حسی و عقلی کی تعریفات

۱۔ تمہید : آگے تفصیل آنے والی ہے کہ ارکان تشبیہ میں سے مشبہ و مشبہ بہ نیز وجہ تشبیہ کبھی حسی ہوتے ہیں اور کبھی عقلی۔ علم بیان کی اصطلاح میں ان دونوں کا مخصوص مفہوم ہے اسلئے پہلے ان سے متعلق تفصیلات ذکر کی جا رہی ہیں پھر یہ تفصیل آئے گی کہ ارکان کے حسی و عقلی ہونے کی صورتیں و احکام کیا ہیں۔

یہ تو بخوبی معلوم ہے کہ گفتگو سے مقصود عام طور پر صرف الفاظ نہیں ہوتے بلکہ معانی اور الفاظ کے مدلولات مقصود ہوتے ہیں۔ یہ معانی و مدلولات کبھی تو ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ان کا ادراک حواسِ ظاہرہ کے ذریعہ کرتا ہے، مثلاً آنکھوں سے ان کو دیکھتا ہے یا زبان سے چکھتا ہے، اسی طرح ناک سے سونگھتا ہے، ہاتھ سے پکڑتا و چھوتا ہے۔ ایسے معانی کو ”امورِ حسیہ“ سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور انہیں کو ”محسوسات“ کہتے ہیں۔

اور بعض معانی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو ظاہری اعضاء سے نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ محض عقل سے ان کو جانا و سمجھا جاتا ہے، ایسے معانی کو ”امورِ عقلیہ“ اور ”معقولات“ کا عنوان دیتے ہیں عرفِ عام میں حسی و عقلی کا یہی مفہوم ہے لیکن چونکہ مشبہ و مشبہ بہ ایسے بھی امور ہوتے ہیں جو کہ مذکورہ تفصیلات کے مطابق مذکورہ دونوں اصطلاحات میں سے کسی کے تحت نہیں آتے،

اس لئے کہ ان کا ادراک نہ تو عقل کے ذریعہ ہوتا ہے اور نہ اعضاء ظاہرہ کے ذریعہ اور علماء بیان ایسے امور کو بھی یا "حسی" کہتے ہیں یا "عقلی" اس لئے "علم بیان" کی اصطلاح میں ان ہر دو الفاظ کا معروف مفہوم سے جداگانہ مفہوم اختیار کیا گیا ہے تاکہ وہ ایسے مشبہ و مشبہ بہ کو بھی شامل ہو سکے جو عرف عام کے مطابق نہ "حسی" کہے جاسکتے ہیں نہ "عقلی" نیز یہ بھی مقصود ہے کہ ارکان سے متعلق تفصیلات میں زیادہ طول نہ پیدا ہو۔

(الف) حسی

۱۔ تعریف: حسی وہ امر ہے کہ خود اس کا یا اس کے مادہ کا ادراک و علم حواس خمسہ ظاہرہ میں سے کسی کے ذریعہ کیا جائے۔

۲۔ توضیح و تنبیہات: (الف) حواس خمسہ ظاہرہ، یعنی پانچ ظاہری حواس جو حسب ذیل ہیں: ۱۔ قوت باصرہ (دیکھنے کی طاقت و صلاحیت) ۲۔ قوت سامعہ (سننے کی طاقت و صلاحیت) ۳۔ قوت شامہ (سونگھنے کی طاقت و صلاحیت) ۴۔ قوت ذائقہ (چکھنے کی قوت و صلاحیت) ۵۔ قوت لامسہ (پکڑنے و چھونے کی طاقت و صلاحیت)

(ب) تعریف میں 'مادہ' کی قید کی وجہ سے حسی کے تحت 'امور خیالیہ' بھی آگئے، کہ خود ان امور کا ادراک حواس ظاہرہ سے نہیں ہوتا، البتہ ان کے مادہ کا ہوتا ہے۔

(ج) علم بیان کی اصطلاح میں 'خیالی' سے مراد وہ مرکب ہے جس کے

اجزاء خارج میں موجود ہوں یعنی حقیقی ہوں مگر خوردہ مرکب اور ان کا
مجموعہ وجود حقیقی نہ رکھتا ہو بلکہ معدوم ہو، اس کو "خیالی" اس وجہ سے
کہتے ہیں کہ اس کے اجزاء کی صورت "خیال" میں رہتی ہے یا یہ کہ
قوت خیالیہ اسے ترکیب دیتی ہے، جیسے ۵

وكان محتر الشقيق اذا تصعدا وتصوب

(اور گویا کہ سُرخ سُرخ گل لالہ جبکہ نیچے کو جھکتے یا اوپر کو اٹھتے ہیں۔

اعلامُ یا قوتِ نشرِ علی رماح من زبرجد

تو وہ یا قوت کے جھنڈے ہوتے ہیں جو کہ زبرجد کے نیزوں پر پھیلائے ہوئے ہوں

اس شعر میں مشبہ و مشبہ بہ اعلام، یا قوت، رماح، زبرجد، چاروں سے
مرکب ہے، یہ چاروں الگ الگ تو از قبیل محسوسات ہیں کہ سب کا
وجود حقیقی ہے، لیکن جس مرکب کے یہ اجزاء ہیں اور مادہ ہیں، اور
جس کو یہاں مشبہ بہ بنانا مقصود ہے وہ محسوس نہیں ہے اور جس
صرف موجود کا ادراک کرتی ہے۔

(ب) عقلی

۱. تعریف: عقلی وہ امر ہے کہ اس کا اس کے مادہ کا ادراک حواس
خمسہ ظاہرہ میں سے کسی سے نہ کیا جائے۔

۲. توضیح و تنبیہات۔ (الف) چونکہ عقلی کا ادراک حواس ظاہرہ
سے نہیں ہوتا، اس لئے اس کے تحت محسوسات و خیالیات کے علاوہ

تمام عقلیات، وہیات و وجدانیات داخل ہیں۔

(ب) وہی۔ وہ امر ہے کہ جس کا ادراک یا اس کے مادہ کا ادراک حواس ظاہر سے نہ ہو لیکن اگر ہوسکے جبکہ وہ کسی طرح خارج میں پایا جائے تو اس کا ادراک انھیں حواس کے ذریعہ ہو جیسے ۔

ایقظنی والمشرقی مضاجعی
ومسونة زرق کانیاب اغوال

کیا وہ مجھے قتل کرے گا حالانکہ مشرقی تلوار میرے ساتھ رہتی ہے اور صاف ستھرے نیزے جو کہ
بہر توں کے دانوں کی مانند ہیں

اس شعر میں مشبہہ "انیاب اغوال" ہے اور چونکہ خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں یعنی ان کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے، اس لئے ان کا ادراک حواس خمسہ ظاہرہ سے نہیں ہوسکتا، لیکن اگر بالفرض ان کا وجود حقیقی طور پر ہو تو ادراک انھیں حواس کے ذریعہ ہوگا۔

(ج) خیالی اور وہی کے درمیان فرق یہ ہے کہ "خیالی" کا مادہ خارج میں یعنی حقیقت پایا جاتا ہے، لیکن مجموعی ہیئت کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہوتا، اور "وہی" کا نہ تو مادہ ہی حقیقی وجود رکھتا ہے اور نہ مجموعی ہیئت، اگرچہ تصرف دونوں میں ایک ہی قوت کا ہوتا ہے، جسے قوت متخیلہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ البتہ دونوں کے درمیان اس تصرف کی نسبت سے یہ فرق ہے کہ "خیالی" میں یہ قوت عقل کی مدد کے ساتھ تصرف کرتی ہے اور "وہی" میں محض وہم اس کا معاون ہوتا ہے۔ اسی لئے خیالات کے حق میں اس کو "متخیلہ" ہی کہتے ہیں جیسے اہل عرب نے ناکہ "غول"

درندوں کی مانند کوئی شے ہے جو کہ انسانوں کو ہلاک کر ڈالتی ہے، اس
بنیاد پر ان کی "قوت متخیلہ" نے اس کے لئے درندوں جیسی صورت فرض کی
اور درندوں کے جیسے اعضاء بھی تجویز کئے۔

(۱۵) وجدانی، وہ امر ہے جس کا ادراک باطنی قوتوں کے ذریعہ ہوتا ہے، اس
کے ادراک میں نہ تو حواس خمسہ ظاہرہ کا دخل ہوتا ہے اور نہ قوت عقلیہ
کا ہی۔

جیسے بھوک و آسودگی، پیاس و سیرابی، خوشی و غم، خوف و غصہ وغیرہ
کہ یہ سارے امور "وجدان" سے متعلق ہیں، قدرت نے انسان کے اندر جو
اندرونی قوی و حواس رکھے ہیں بس ان سے ہی ان کا احساس و ادراک
ہوتا ہے۔

سوالات

- (۱) عزت عام میں حسی و عقلی کی کیا تعریفات ہیں؟ (۲) علماء بیان حسی و عقلی کی کیا تعریفات کرتے ہیں؟
- (۳) علماء بیان کوئی اصطلاح یا نیا مصداق متلعین کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ (۴) حواس خمسہ ہر
- کیا ہیں؟ (۵) خیالی کی تعریف کیجئے اور بتائیے کہ اس کو خیالی کیوں کہتے ہیں؟ (۶) عقلی کے تحت کون کون
- سے اور کتنے ہیں؟ (۷) وہی کی تعریف و توضیح کیجئے۔ (۸) خیالی و وہی کے درمیان فرق کو واضح کیجئے۔
- (۹) ان دونوں کا تعلق ایک ہی قوت سے ہے یا الگ قوتوں سے اور ہر ایک میں مقرون قوت کو کیا کہتے ہیں؟
- (۱۰) وجدان کا مصداق بتائیے۔

مُشَبَّہ اور مُشَبَّہ بہ کا حسی و عقلی ہونا

مُشَبَّہ اور مُشَبَّہ بہ حسی بھی ہو سکتے ہیں اور عقلی بھی، اور اس کی کل تین صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) دونوں حسی ہوں، (۲) دونوں عقلی ہوں، (۳) ایک حسی اور ایک عقلی ہو
دونوں کا حسی ہونا

جیسے مریات (دیکھی جانے والی چیزوں میں) رخسار و گلاب، اول مُشَبَّہ اور ثانی مُشَبَّہ بہ ہے۔

سموعات (یعنی سُننے جانے والی چیزوں میں) صوت ضعیف (ہلکی آواز) اور ہمس (اتنی ہلکی آواز جو گویا منہ سے باہر ہی نہیں آتی) اول مُشَبَّہ اور دوم مُشَبَّہ بہ ہے۔
مشمومات (سُونگھی جانے والی چیزوں) میں نکہت (منہ کی خوشبو) اور عنبر، اول مُشَبَّہ اور دوم مُشَبَّہ بہ ہے۔

مذوقات (کھانے پینے کی چیزوں) میں ریق (تھوک) اور حنمر (شراب) اول مُشَبَّہ، دوم مُشَبَّہ بہ ہے۔

لمسوات (چھوئی جانے والی چیزوں میں) نرم کھال اور ریشم، اول مُشَبَّہ اور دوم مُشَبَّہ بہ ہے۔

۲۔ دونوں کا عقلی ہونا

جیسے علم اور زندگی، اول مُشَبَّہ و دوم مُشَبَّہ بہ ہے، اسی نسبت سے عالم کو زندہ اور جاہل کو مُردہ کہہ دیا کرتے ہیں، دونوں کے درمیان وجہ مُشَبَّہ

ادراک و احساس ہے کہ جیسے زندہ زندگی کی بنا پر ادراک و احساس کیا کرتا ہے۔ عالم اپنے علم کی بنا پر بہت سی اشیاء کا ادراک کرتا ہے۔

۳۔ ایک کا حسی اور ایک کا عقلی ہونا

اس صورت میں دو شقیں نکلتی ہیں، اول یہ کہ مشبہ حسی ہو اور مشبہ عقلی ہو جیسے عطر اور اچھے اخلاق، اول مشبہ دوم مشبہ بہ ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی ہو جیسے موت اور درندہ، اول مشبہ اور دوم مشبہ بہ ہے۔ پہلی صورت میں عطر (مشبہ) اور دوسری صورت میں درندہ (مشبہ بہ) حسی ہیں، اور پہلی میں اچھے اخلاق (مشبہ بہ) اور دوسری میں موت (مشبہ) عقلی ہیں۔

۴۔ تنبیہ۔ اصل یہ ہے کہ مشبہ بہ حسی ہو، اس لئے کہ امور عقلیہ کا تعلق اگرچہ عقل سے ہوتا ہے مگر ان کا حصول حواسِ ظاہرہ کے ذریعہ ہی ہوتا ہے اس لئے اگر محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو یہ قلب ہوگا کہ اصل کو فرع اور فرع کو اصل بنانا لازم آئے گا۔ اگرچہ کبھی کبھی معقول کو محسوس کے درجہ میں ان کر "مشبہ بہ" بنا دیا کرتے ہیں۔

سوالات

- (۱) حسی عقلی ہونے کے اعتبار سے مشبہ و مشبہ بہ کی کتنی صورتیں نکلتی ہیں؟ (۲) دونوں کے حسی ہونے کا مثال اپنے ذہن سے دیجئے (۳) عقلی ہونے کی بھی (۴) دونوں کے مختلف ہونے کی مثالیں دیجئے، (۵) مثلاً ذیل میں حسی و عقلی کی تعین کیجئے۔
- ۱۔ زید و اسد ۲۔ دانت و موتی ۳۔ آنکھ و نرگس ۴۔ بات و موتی
- ۵۔ ہدایت و نور ۶۔ گراہی و تاریکی۔

وجہ شبہ

وجہ شبہ میں متعدد تقیہات جاری ہوتی ہیں : (الف) مشبہ و مشبہ بہ دونوں کے اندر حقیقت پائے جانے یا نہ پائے جانے کے اعتبار سے ۔
(ب) مشبہ و مشبہ بہ دونوں کی حقیقت کے اندر داخل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے (ج) توحد یا تعدد کے اعتبار سے ۔

(الف) تقسیم اول

مشبہ و مشبہ بہ دونوں کے اندر حقیقت پائے جانے یا نہ پائے جانے کے اعتبار سے وجہ شبہ کی دو اقسام ہیں : ۱۔ تحقیقی ، ۲۔ تخیلی
۱۔ وجہ شبہ تحقیقی

(الف) تعریف : وہ وجہ شبہ جو کہ مشبہ و مشبہ بہ کے اندر حقیقت موجود ہو
(ب) مثال : بہادر آدمی کو "انت کالأسد" کہنے میں وجہ شبہ "بہادری" دونوں کے اندر تحقیقی ہے ۔

۲۔ وجہ شبہ تخیلی

(الف) تعریف : وہ وجہ شبہ جس کا وجود دونوں میں یا کسی ایک میں محض خیالی ہو ۔

(ب) مثال : لا انت كالشمس في الضياء ، اس میں وجہ شبہ "الضياء" مشبہ بہ یعنی شمس کے اندر تو تحقیقی ہے مگر مشبہ یعنی "انت"

کے اندر تخیلی ہے۔

۲۔ رب لیل کافۃ الصبح فی الحسن وان کان اسود الطلیسان
(چادر)
اس میں لیل شبہ اور صبح مشبہ ہے اور "حسن" وجہ شبہ ہے جو کہ
دونوں کے اندر تخیلی ہے۔

(ب) تقسیم دوم
مشبہ اور مشبہ بہ کی حقیقت کے اندر داخل ہونے نہ ہونے کے
اعتبار سے بھی وجہ شبہ کی دو اقسام ہیں: (۱) داخل (۲) خارج
۱۔ داخل ہو خواہ جنسیت کے اعتبار سے یا نوعیت و فصل کے
اعتبار سے، جیسے ایک کپڑے کو دوسرے سے تشبیہ دینا۔ ۲۔ جنس میں
یعنی دونوں کے کپڑا ہونے میں، ۲ نوع میں یعنی دونوں کے بنا رہی
یا بھاگپوری ہونے میں، ۳ فصل میں یعنی دونوں کے اونی یا سوتی
ہونے میں۔

۲۔ خارج۔ یعنی وجہ شبہ دونوں کی حقیقت سے خارج ہو مگر اس صورت
میں صفت ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ وجہ شبہ میں ہی مشبہ و مشبہ بہ
کی شرکت ہوتی ہے۔ یہ شرکت حقیقت سے خارج ہونے کی صورت میں
صفت میں ہی ہو سکتی ہے۔ البتہ اس صفت کی دو اقسام ہیں: ۱۔
(الف) حقیقی (ب) اضافی۔

(الف) وصف حقیقی: وہ وصف جو خود موصوف کی ذات میں
پایا جائے، اور اس کا ثبوت کسی غیر پر قیاس اور غیر کو سمجھنے کی بنیاد پر نہ ہو

(ب) وصف اضافی : وہ وصف جو کہ مشبہ اور مشبہ بہ کی ذات کے اندر نہ پایا جائے بلکہ دو چیزوں سے متعلق ہو، ایسی معنی کہ اس کا سمجھنا ان دو چیزوں کے سمجھنے پر موقوف ہو، جیسے اَبُوۃ (باپ ہونا) ، اِخْوۃ (بھائی بہن وغیرہ جیسے اوصاف، کہ ان کا سمجھنا دو چیزوں کے سمجھنے پر موقوف ہے، "اَبُوۃ" کو "اب اور ابن" کو سمجھے بغیر اور اِخْوۃ کو اخوین کو سمجھے بغیر نہیں جانا جاسکتا۔

(ج) وصف حقیقی کی اقسام : وصف حقیقی کی بھی دو اقسام ہیں
(۱) حسی (۲) عقلی۔

۱۔ وصف حقیقی حسی۔ جس کا ادراک حواسِ خمسہ ظاہرہ میں سے کسی کے ذریعہ کیا جائے۔ مثلاً بر جسم کی وہ کیفیات جن کا ادراک "قوتِ باصرہ" سے ہوتا ہے یعنی رنگ اور شکل و صورت، اور جو چیزیں ان سے متعلق ہوتی ہیں، یعنی خوبصورتی و بدصورتی کہ ان دونوں کا تعلق رنگ و شکل سے ہے۔

۲۔ جسم کی وہ کیفیات جن کا ادراک "قوتِ ذائقہ" کے ذریعہ ہوتا ہے، جیسے اشیاء کے مزے۔ کھٹا ہونا، میٹھا ہونا، نمکین ہونا۔

۳۔ جسم کی وہ کیفیات جن کا ادراک "قوتِ شامہ" کے ذریعہ ہوتا ہے یعنی اشیاء کی بُو اچھی ہو یا بُری۔

۴۔ جسم کی وہ کیفیات جن کا ادراک "قوتِ لامسہ" کے ذریعہ ہوتا ہے، مثلاً گرم ہونا، ٹھنڈا ہونا، تر یا خشک ہونا، نرم یا سخت ہونا وغیرہ۔

۱۔ جسم کی وہ کیفیات جن کا ادراک "قوتِ سامعہ" کے ذریعہ ہوتا ہے یعنی آواز خواہ قوی ہو یا ہلکی، اچھی ہو یا بُری۔

۲۔ وصفِ حقیقی عقلی، وہ وصف ہے جس کا ادراک عقل کے ذریعہ کیا جائے، جیسے وہ تمام کیفیاتِ نفسانیہ جن کا تعلق جسم سے نہیں بلکہ دل سے ہوتا ہے اور وہ نباتات و جمادات کے اندر نہیں پائی جاتیں مثلاً علم و جبل، غضب و بردباری، سخاوت و بخل، بُزدلی و شجاعت وغیرہ

تنبیہ: (الف) وجہِ شبہ اگر حسی ہو خواہ ایک ہو یا متعدد مگر سب حسی ہوں تو مشبہ و مشبہِ دونوں کا حسی ہونا ضروری ہے۔ (ب) اگر وجہِ شبہ عقلی ہو تو دونوں حسی بھی ہو سکتے ہیں، اور عقلی بھی اور یہ بھی صحیح ہے کہ کوئی ایک حسی اور ایک عقلی ہو۔

(ج) تقسیمِ نوم

وجہِ شبہ بھی امر واحد ہوتا ہے اور بھی متعدد۔

۱۔ وجہِ شبہ واحد: کی دو صورتیں ہیں، کبھی حقیقتہً ایک ہوتا ہے اور کبھی واحد کے درجہ میں ہوتا ہے، اگرچہ حقیقتہً متعدد امور سے مرکب ہوتا ہے، اسی لیے اس صورت میں اسے مرکب بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔

گذشتہ مثالیں "وجہِ شبہ واحد حقیقی" کی ہی ہیں۔

وجہِ شبہ بدرجہ واحد کی بھی دو صورتیں ہیں: (۱) مرکب اعتباری (۲) مرکب حقیقی۔

(۱) مرکب اعتباری وہ وجہِ شبہ واحد ہے جس میں وجہِ شبہ

ایسی ہریت ہو جسے عقل نے متعدد امور سے حاصل کیا ہو، جیسے
 "تشبیہ تمثیل" میں وجہ شہ۔

(۲) مرکب حقیقی، وہ وجہ شہ واحد ہے جس میں وجہ شہ حقیقہ چند امور
 کا مجموعہ ہو، جیسے انسان کہ اس کی حقیقت دو امور حیوان و ناطق کا مجموعہ ہے
 تنبیہ: وجہ شہ واحد کی ہر صورت "حستی" بھی ہو سکتی ہے، اور
 "عقلی" بھی۔

۲۔ وجہ شہ متعدّد، وہ چند امور کہ جن میں سے ہر ایک میں
 مشبہ و مشبہ بہ کی شرکت کا قصد کیا جائے اور ہر ایک کو وجہ شہ بنانے کا قصد
 کیا جائے۔

تنبیہ: وجہ شہ بمنزلہ واحد (مرکب) اور وجہ شہ متعدد کے درمیان
 فرق یہ ہے کہ اول میں جتنے امور پیش نظر ہوتے ہیں، ان سب کی مجموعی
 حقیقت و ہریت میں شرکت مقصود ہوتی ہے، اور دوم میں جتنے امور
 پیش نظر ہوتے ہیں، ہر ایک میں مستقلاً شرکت مقصود ہوتی ہے۔
 ۳۔ امثلہ: وجہ شہ بمنزلہ واحد کی مثال "تشبیہ تمثیل" کے تحت گذر چکی ہے
 دوم یعنی متعدد کی مثال "انت کالبحر فی السباحة والوجود" اس میں
 "سباحة وجود" دونوں میں سے ہر ایک کو وجہ شہ بنایا گیا ہے، مجموعے
 کو نہیں

تنبیہ: وجہ شہ متعدد بھی حسی و عقلی دونوں ہو سکتا ہے۔ خواہ سب کے
 سب حستی ہوں، یا سب عقلی ہوں، یا بعض حسی اور بعض عقلی ہوں

سَوَالَات

- (۱) مشبہ اور مشبہ بہ کے اندر پائے جانے کے اعتبار سے وجہ شبہ کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟
- (۲) مشبہ و مشبہ بہ کی حقیقت میں داخل ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟
- (۳) خارج کے لیے صفت ہونا کیوں ضروری ہے؟ (۴) وصف حقیقی کی تعریف و اقسام تفصیل سے ذکر کیجئے
- (۵) وصف اضافی کا کیا مطلب ہے؟ (۶) حسی و عقلی کی تعریف و اشد سے وضاحت کیجئے۔
- (۷) وجہ شبہ واحد کی کتنی صورتیں ہیں اور کیا کیا۔ (۸) ترکیب حقیقی و اعتباری کا کیا مطلب ہے؟
- (۹) متعدد کی تعریف کیجئے۔ (۱۰) مرکب و متعدد میں کیا فرق ہے؟ (۱۱) وجہ شبہ حسی یا عقلی ہونے کے حال میں مشبہ و مشبہ بہ کے کیا احکام ہیں؟ (۱۲) اشد ذیل میں وجہ شبہ کی مختلف اقسام کی نشاندہی کیجئے۔

بانت كالسحاب في العطاء كلام فلان كالعسل في الحلاوة
 العمر مثل الضيف ليس له اقامة الناس كأسنان المشط في الاستواء
 زيد كالاسد الخلق الكريه كالعطر الرجل السخى كالبحر
 أسنانه كالدرادر والبرود

فصل دوم

مجاز لغوی

مجاز سے متعلق کچھ تفصیلات گزر چکی ہیں، ان میں آیا ہے کہ "مجاز کی دو اقسام ہیں: (۱) مجاز لغوی (۲) مجاز عقلی

۱۔ مجاز لغوی

(الف) تعریف: مجاز لغوی وہ مجاز ہے جس میں کسی لفظ سے اس کے معنی موضوع لے کے بجائے غیر موضوع لے معنی مراد لئے جائیں، اس بنا پر کہ موضوع لے، وغیرہ موضوع لے کے درمیان کوئی تعلق و مناسبت پائی جائے در آنحالیکہ موضوع لے کے بجائے غیر موضوع لے کے مراد لینے پر کوئی قرینہ بھی موجود ہو۔

(ب) توضیح: مجاز کے طور پر موضوع لے کے بجائے غیر موضوع لے کو مراد لینے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں، اول دونوں کے درمیان ایک خاص تعلق، دوم قرینہ جو اس ارادہ پر دلالت کرے۔

(ج) اقسام: مجاز لغوی کی دو اقسام ہیں، ۱۔ استعارہ، ۲۔ مجاز مرسل اس لئے کہ معنی موضوع لے، وغیرہ موضوع لے کے درمیان تعلق یا تشبیہ و تشا کا ہونا ہی یا کوئی اور ماوّل صورت میں مجاز لغوی "کو" استعارہ" اور دوسری کو مجاز مرسل" کہتے ہیں۔

مبحث اول استعارہ

(الف) تعریف : استعارہ وہ مجاز لغوی ہے جس میں موضوع لہ وغیرہ موضوع لہ کے درمیان مشابہت کا تعلق پایا جاتا ہے۔

(ب) استعارہ کی حقیقت : استعارہ کی بنا چونکہ مشابہت پر ہے اس لئے استعارہ دراصل تشبیہ کی ہی ایک صورت ہے۔ البتہ تشبیہ کی معروف صورتوں میں اور اس میں فرق یہ ہے کہ تشبیہ کی صورتوں میں کم از کم "مشبہ و مشبہ بہ" کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے۔ اور استعارہ میں اداة مشبہ و وجہ مشبہ کے حذف کے ساتھ مشبہ و مشبہ بہ میں سے بھی کوئی ایک ضرور حذف ہوتا ہے (ج) ارکان استعارہ : جس طرح تشبیہ کے چار ارکان ہیں اس کے بھی چار ارکان ہوتے ہیں کہ اصلاً یہ تشبیہ ہی ہے۔

۱۔ مستعار منہ ۲۔ مستعار لہ ۳۔ مستعار ۴۔ وجہ جامع

(۱) مستعار منہ : اصل مشبہ بہ (۲) مستعار لہ : اصل مشبہ

(۳) مستعار : وہ لفظ جس کے معنی مجازی مراد لئے جائیں۔

(۴) وجہ جامع : وہ وصف جو کہ وجہ مشبہ کہلاتا ہے۔

ان ارکان کے حسی و عقلی ہونے کی بابت وہی تفصیلات ہیں، جو

پچھلے گزر چکی ہیں۔

(د) مثال : ارشاد باری : کَتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ اس آیت میں دراصل ظلمات (تاریکیوں)

سے گمراہی کو اور نور سے ہدایت کو تشبیہ دی گئی ہے، لیکن عبارت میں اداۃ شبہ اور وجہ شبہ دونوں کو حذف کر دیا گیا ہے، اور دونوں مشبہ یعنی ہدایت و ضلالت کو بھی، محض مشبہ بہ یعنی ظلمات و نور کا تذکرہ کیا گیا ہے اس مثال میں ظلمات و نور کے معنی "مستعار منہ"۔ ہدایت و ضلالت "مستعار لہ" اور لفظ ظلمات و نور "مستعار" ہیں اور وجہ جامع ایک کا مفید ہونا اور دوسرے کا مضر ہونا ہے۔

تنبیہ: مجاز کی تعریف میں "قرینہ" کی قید ہے، اس کی بابت بعض ضروری تفصیلات ذکر کی جا رہی ہیں۔

۲۔ قرینہ

(۱) تعریف: قرینہ وہ امر ہے جو معنی موضوع لہ کے بجائے غیر موضوع لہ کے مراد لینے پر دلالت کرے۔

(۲) اقسام: قرینہ میں دو تقییمات جاری ہوتی ہیں: —

(الف) باعتبار حقیقت (ب) باعتبار توحد و ترکیب

(الف) تقسیم باعتبار حقیقت

قرینہ کی اپنی حقیقت کے اعتبار سے دو اقسام ہیں: —

۱۔ قَرِینَۃٌ لَفْظِیَہ ۲۔ قَرِینَۃٌ مَّا حَالِیَہ

۱۔ قرینہ لفظیہ: وہ لفظ جو معنی موضوع لہ کے بجائے غیر موضوع لہ کے مراد لینے

پر دلالت کرے، جیسے غ فان امراض فہما مریض اصطباری

(اگر میں بیمار ہو جاؤں تو میرا مریض تو بیمار نہیں ہوتا) اس میں مستعار لفظ "مرض" ذکر

اور مستعار منہ مرض جسمانی ہے جس کی وجہ سے انسان کمزور ہوتا ہے، اور
 مستعار لہ صبر کی قلت ہے، اور قرینہ لفظی ہے اس لئے کہ مرض کی نسبت
 اصطلاح کی طرف صحیح نہیں ہے لہذا یہ نسبت یہ بتاتی ہے کہ "مرض" سے
 مجازی معنی مراد ہیں۔

۲۔ قرینہ حالیہ: وہ حال جو معنی موضوع لہ کے بجائے غیر موضوع لہ کے مراد
 لینے پر دلالت کرے، جیسے ہزبِ مثنوی بیتغی ہزبِ را۔ ہزبِ اول
 سے معنی مجازی مراد ہے اور ثانی سے حقیقی، دونوں کے درمیان بہادری میں
 مشابہت ہے اور قرینہ حالی ہے، اس لئے کہ یہ کلام ایک انسان کی مدح
 کے سلسلہ میں ہے اور مدح کا حال حقیقی معنی کے مراد لینے سے مانع ہوتا ہے
 (ب) تقسیم باعتبار توحید و ترکب

اس اعتبار سے قرینہ کی تین صورتیں ہیں، اول یہ کہ قرینہ امر واحد ہو،
 دوم یہ کہ دو یا دو سے زائد امور مگر مستقلاً۔ سوم یہ کہ دو یا دو سے زائد امور ہوں
 مگر مجموعی طور پر اول جیسے "رأیت اسدا یرمی" اس میں صرف "یرمی"
 اس پر دلالت کر رہا ہے کہ "اسد" سے مجاز مراد ہے۔

دوم جیسے ۵ فان تعافوا العذل والایمانا

(انکار و نفرت کرنا)

فان فی ایماننا سیرانا

اس میں ایمان و عدل ہر ایک کے ساتھ تعافوا کا تعلق بتاتا ہے کہ نیز ان
 سے حقیقت مراد نہیں ہے۔

سوم جیسے ۵

وصالفة من نصله تنكفي بها
 علی رؤوس الاقتران خمس سحاب
 (بہت سی بجلیاں جو اس کی تلوار کے پھل سے پیدا ہوتی ہیں ان کو پلٹ دیتی ہیں،
 ہمسروں کے سروں پر اس کی پانچوں انگلیاں)

اس میں "سحاب" سے جس کے اصل معنی بادل ہیں، مدوح کی انگلیاں مراد ہیں
 کثرت سے داد و دہش کی بنا پر اور قرینہ چند امور ہیں بجلی، بجلی کا مدوح
 کی تلوار کے پھل سے پیدا ہونا، ہمسروں کے سروں پر اس کا پلٹانا، پھر
 پانچ کا عدد جو کہ انگلیوں کا عدد ہے، یہ تمام امور مل کر قرینہ ہیں کہ "سحاب"
 سے مجازاً انگلیاں مراد ہیں۔

سوالت

(۱) مجاز لغوی کی تعریف و اقسام بیان کیجئے۔ (۲) استعارہ کی تعریف و حقیقت بیان کیجئے۔ (۳) استعارہ کے
 ارکان کو مثال سے سمجھائیے۔ (۴) قرینہ کی تعریف و اقسام بتائیے۔ (۵) قرینہ کی دوسری تقسیم کی تفصیلاً
 بیان کیجئے۔ (۶) مثلہ ذیل میں استعارہ کے ارکان اور قرینہ کی نوعیت کی تعیین کیجئے۔

یا وان احمم فما حمرا عترامی
 (بخمار آنا) (عزم و ارادہ)

یا تعرض لی السحاب وقد تفلنا
 (سامنے آنا) (لوٹنا)

یا عیب علیک تری سیف فی الوغی
 (جنگ)

یا یفعل الصمصام بالصمصام
 (تلوار)

یا اذا اعتل سیف الدوله اجتلت الارض
 (بیاد ہونا)

اقسام استعارہ

(۱)

استعارہ میں مختلف تقسیمات جاری ہوتی ہیں، یہاں صرف تین کے ذکر پر اکتفا کی جا رہی ہے: (الف) مشبہہ یا کسی لازم کے ذکر کرنے کے اعتبار سے (ب) لفظ استعارہ کے اعتبار سے (ج) استعارہ کے اندر مشبہہ و مشبہ بہ کے مناسب کسی امر کے ذکر و عدم ذکر کے اعتبار سے۔

(الف) تقسیم اول باعتبار ذکر مشبہہ بہ یا لازم
استعارہ کے اندر خود مشبہہ بہ یا اس کے کسی لازم کو ذکر کرنے کے اعتبار سے استعارہ کی دو اقسام ہیں: ۱۔ تصریحیہ ۲۔ ممکنہ

۱۔ استعارہ تصریحیہ

(الف) تعریف: وہ استعارہ ہے جس میں مشبہہ بہ کی تصریح ہو

(ب) مثال: امطرت لؤلؤا من نرجس وسقث
(برساتا) (نرگس) (سیراب کرنا)

وردأ وعضت علی العناب بالبرد
(رگلاب) (کانٹ) (ادلا)

اس شعر میں "لؤلؤا" (برقی) سے آنسو کو، نرجس (نرگس) سے آنکھوں کو، "ورد" (رگلاب) سے رخساروں کو، "عناب" سے انگلیوں کے پوروں کو، "البرد" (ادلا) سے دانتوں کو تشبیہ دے کر مشبہہ کو حذف

کر دیا گیا ہے اور صرف مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ استعارہ ممکنیہ

(الف) تعریف: وہ استعارہ جس میں مشبہ بہ کا ذکر نہ ہو بلکہ اس کے کسی لازم کا تذکرہ ہو۔

(ب) مثال: واخفض لهما جناح الذلّ (جھکا دو ان دونوں کے لئے نرمی کے بازو) اس آیت میں الذلّ (نرمی) کو طائر (پرندے) سے تشبیہ دے کر مشبہ بہ کو حذف کر دیا اور اس کے لازم جناح (بازو) کو ذکر کیا گیا ہے۔

(ج) تنبیہ: مشبہ بہ کے لوازم میں کسی لازم کا، مشبہ کے لئے ثابت کرنا "استعارہ تخیلیہ" کہلاتا ہے، اس لئے کہ اس لازم کا مشبہ کے لئے ثبوت محض خیالی ہوتا ہے۔

اور "استعارہ تخیلیہ" کے مقابلہ میں "استعارہ تحقیقیہ" کی تعبیر آتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "استعارہ" ایسی شے ہو جس کا وجود حقیقی ہو، خواہ حتماً ہو یا عقلاً۔ حتماً جیسے "جاءنی اسد" میں جبکہ "اسد" سے "رجل شجاع" کو مراد لیا جائے اور عقلاً جیسے اهدنا الصراط المستقیم کہ صراط مستقیم کا استعارہ "دین حق" ہے اور اس کا وجود حقیقی عقلی ہے، حتیٰ نہیں۔

(ب) تقسیم دوم باعتبار لفظ مستعار

لفظ مستعار یعنی جس لفظ کو استعارہ میں استعمال کیا جاتا ہے اس کے

اعتبار سے استعارہ کی دو اقسام ہیں : (۱) اصلیہ (۲) تبعیہ

۱۔ استعارہ اصلیہ

(الف) تعریف : استعارہ اصلیہ وہ استعارہ ہے جس میں لفظ مستعار کوئی اسم جامد ہو، خواہ اسم جنس ہو یا مشابہ اسم جنس۔

(ب) مثال : 'ظلمات و نور' جبکہ ان سے 'گمراہی و ہدایت' مراد لی جائے۔ یہ اسم جنس کی مثال ہے اور مشابہ اسم جنس جیسے "لیکل فرعون موسیٰ" میں "فرعون و موسیٰ" مشابہ اسم جنس ہیں، اسلئے کہ مشابہ اسم جنس وہ لفظ کہلاتا ہے جو اصلاً علم ہو مگر جنس کے معنی میں استعمال کیا جائے یہاں ایسا ہی ہے اس لئے کہ فرعون سے "فرعونى صفات والا ہر فرد" اور "موسىٰ" سے "موسىٰ کمالات کا حامل ہر شخص" مراد ہے۔

۲۔ استعارہ تبعیہ

(الف) تعریف : وہ استعارہ ہے کہ جس میں لفظ مستعار غیر جامد ہو، خواہ اسم ہی نہ ہو یا اسم تو ہو مگر جامد نہ ہو۔

(ب) توضیح و امثلہ : استعارہ تبعیہ میں جو لفظ ہوتا ہے وہ کبھی فعل ہوتا ہے جیسے ركب فلان کتبى غریبہ (فلان اپنے قرضدار کے کندھے پر سوار ہو گیا۔ یعنی اس کا پیچھا دہرایا) اس میں "ركب" فعل لفظ مستعار ہے۔

یا آخر ہوتا ہے جیسے اولئک علیٰ حدی من ربہم اس آیت میں "علیٰ" حرف جامد ہے اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں، یہاں

”علی“ حرف لفظ مستعار ہے

اور کتبھی اسم ہوتا ہے مگر غیر جامد یعنی مشتق ہوتا ہے جیسے ۵

لَنْ نَطْقَ بِشَكَرٍ ^(بیان کرنا) بَزْلًا ^(اُخان) مَفْصُومًا ^(کھل کر)

فلسان حالی بالشکایۃ النطق

اس میں ”انطق“ اسم تفضیل لفظ مستعار ہے۔

(ج) قَرْنِيَّةٌ : استعارہ تبعیہ کا جبکہ لفظ مستعار فعل یا اسم مشتق ہو، فاعل

یا مفعول یہ ہوتا ہے، جیسے پہلی مثال میں ”کتفی غریبہ“ جو کہ مفعول

ہے، قرینہ بن رہا ہے کہ ”رکب“ اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے اور تیسرے

مثال میں ”لسان حالی“ قرینہ ہے جو کہ ”انطق“ کا فاعل ہے۔

(د) پہلی و دوسری تقسیم کی اقسام کا اجتماع

پہلی تقسیم کی دونوں اقسام اور دوسری کی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ

جمع ہو سکتی ہیں اس طرح کل چار اقسام یوں بن جاتی ہیں : —

(۱) استعارہ تصریحیہ اصلہ (۲) استعارہ تصریحیہ تبعیہ (۳) استعارہ ممکنہ

اصلہ (۴) استعارہ ممکنہ تبعیہ۔

تقسیم اول میں تصریحیہ کی مثال میں ”اصلہ“ بھی ہے اور ممکنہ

میں بھی اس لئے کہ دونوں میں لفظ مستعار ”اسم جامد“ ہے اور تقسیم ثانی میں

”تبعیہ“ کی مثال میں ”تصریحیہ“ بھی ہے اس لئے کہ خود مشبہ کا ذکر ہے اور

ممكنہ تبعیہ کی مثال ہے ”اعجبتنی أرقاة الضارب دم الباسخی“

اس میں ضارب بمعنی قاتل ہے اور اسم مشتق ہے لہذا استعارہ تبعیہ ہے

اور اراقۃ (خون کا بہانا) مشبہ یعنی قاتل کے لوازم میں سے ہے اس لیے استعارہ
مکینہ ہے۔

۱۸) تقسیم مذکور میں مستعار بننے والا لفظ

تقسیم مذکور میں لفظ مستعار کی بابت جو تفصیل آئی ہے اس کا حاصل
یہ ہے کہ کوئی لفظ جو کہ علم شخصی ہو ”علم“ رہتے ہوئے مستعار نہیں بن سکتا
اس لئے کہ علم شخصی تعین و تشخص کو چاہتا ہے اور استعارہ کے ذریعہ
مشبہ کو مشبہ بہ کی جنس میں داخل کیا جاتا ہے، اس بنیاد پر مشبہ بہ کے
افراد کی دو اقسام قرار دیتے ہیں، ایک متعارف، دوم غیر متعارف، مستعار منہ کو
غیر متعارف میں سے قرار دیتے ہیں، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مستعار میں
جنسیت پائی جائے اور علم میں جنسیت نہیں ہوتی۔ باقی اسم جامد میں جمیعت
کا ہونا ظاہر ہے، فعل اور اسم مشتق میں ان کے مصادر کے واسطے سے آتی ہے
کہ دونوں مصدر پر مشتمل ہوتے ہیں اور مصدر اسم جنس ہوا کرتا ہے، اور حرف
جامد اس کے متعلق کے اعتبار سے آتی ہے۔

علم کو مستعار بنانے کی صورت یہ ہے کہ اس کی علیت ختم کر دی جائے
چنانچہ مشابہ اسم جنس کی مثال اسی پر مبنی ہے کہ اس میں ”فرعون و موسیٰ“
حقیقتہً علم ہیں مگر مثال مذکور میں ان کی علیت کو ختم کر کے ان کو اسم جنس کے
معنی میں قرار دے کر استعارہ کیا گیا ہے۔

سوالات

- (۱) استعارہ کی کتنی تفسیحات ہیں اور کیا کیا؟ (۲) شبہ بہ بالآزم کے ذکر کے اعتبار سے کتنی اقسام ہیں؟ تعریفات و امثلہ ذکر کیجئے۔ (۳) استعارہ تخیلیہ کو واضح کیجئے۔ (۴) لفظ استعارہ کے اعتبار سے استعارہ کی اقسام کی وضاحت کیجئے۔ (۵) علم شخصی استعارہ کیوں نہیں بنتا اور استعارہ بننے کے لئے کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے؟ (۶) تقسیم اول و دوم کا اگر اجتماع ہو سکتا ہے تو کتنی اقسام بنتی ہیں؟ امثلہ سے وضاحت کیجئے۔ (۷) استعارہ تبعیہ کا قرینہ کیا ہوتا ہے؟ (۸) امثلہ ذیل میں اقسام مذکورہ کی نشان دہی کیجئے۔

۱۔ اقبل بيشى فى الساطع مادري الى البحر يعنى ام الى البدري تقي

۲۔ كان اخي يقرئ العين جمالا را الاذن بيانا

۳۔ رب انى وهت العظم منى واشتعل الرأس شيبا

۴۔ لما سكت عن موسى الغضب

۵۔ حملت اليه من لسانى حديقة سقاها الحجاج سقى الرياض

الشحاب

لہ چڑھنا ۛ ٹھنڈا کرنا ۛ کروڑ ہونا ۛ عقل ۛ باغات ۛ ابر

اقسام استعارہ

(۲)

(ج) تقسیم سوم مشبہ و مشبہ بہ کے مناسبات کے ذکر و عدم ذکر کے اعتبار سے

استعارہ کے اندر کبھی مناسبات کا بھی تذکرہ ہوتا ہے خواہ مشبہ کے ہوں یا مشبہ بہ کے۔ اس اعتبار سے استعارہ کی چار اقسام ہیں: (۱) مطلقہ (۲) مجرّہ (۳) مُرَشَّحہ (۴) مُوشَّحہ۔
۱۔ استعارہ مطلقہ

(الف) تعریف: وہ استعارہ ہے جس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں میں سے کسی کے مناسب احوال کا ذکر نہ ہو۔

(ب) مثال: قومٌ اذا الشرا بدیٰ ناجذیہ لہم
لہاروا الیہ زما آفاتٍ ووحدا ننا

(وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب شران کے لئے اپنے دانتوں کو کھولتا ہے تو وہ اس کی طرف جماعتوں میں اور تہاد و ڈر پڑتے ہیں)

اس شعر میں "مشر" کو "چیرنے پھاڑنے والے درندے سے تشبیہ دے کر مشبہ بہ کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے لازم دانتوں کا ظاہر کرنا مقصود

ہے اس لئے یہ مثال استعارہ کی ہے اور اس میں مشبہ یا مشبہ بہ کسی کے کسی مناسب کا تذکرہ نہیں ہے اس لیے یہ "استعارہ مطلقہ" ہے۔

۲۔ استعارہ مجرّدہ

(الف) تعریف : وہ استعارہ ہے جس میں مشبہ کا مناسب مذکور ہو۔
(ب) مثال : فاذا قها الله لباس الجوع والخوف ، اس آیت میں بھوک اور خوف کی حالت میں انسان کو جو کیفیت لاحق ہوتی ہے اس کو "لباس" سے تشبیہ دی گئی ہے اور پھر مشبہ "رہوک" کے مناسب حال اذقت (چکھانا) کو ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ استعارہ مرشحہ

(الف) تعریف : وہ استعارہ ہے جس میں مشبہ بہ کا مناسب ذکر کیا جائے
(ب) مثال : اولئك الذين اشتروا الضلالة بالهدى فما
ربحوا تجارتهم اس آیت میں "اشترؤ" کے ساتھ "استبدال"
کو تشبیہ دے کر "مشبہ بہ" (اشترؤ) کے مناسب حال یعنی "تجارت
کے نفع بخش ہونے" کو ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ استعارہ مؤشحہ

(الف) تعریف : وہ استعارہ ہے جس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کے مناسباً
کا تذکرہ کیا جائے۔

(ب) مثال : هـ لذي اسد شاکی السلاح مُقَدِّمٍ
له لبدٌ اظفاره لم تقلم

ایک شیر کے پاس جو ہتھیاروں سے لیس ہے اور جنگ کے میدانوں میں پھینکا جاتا ہے اس کی گردن پر بال ہیں اور اس کے ناخن کٹے ہوئے نہیں ہیں)

اس شعر میں "اسد" لفظ مستعار ہے، اور "رجل لشجاع" مشبہ (مستعار لہ) اور شیر کی ذات مشبہ بہ (مستعار منہ) ہے۔ شعر میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کے مناسبات مذکور ہیں۔ "شاکی السلاح" اور "مقذف" مشبہ کے مناسبات میں سے ہیں اس لئے کہ ہتھیار سے لیس ہونا اور جنگوں میں پھنساؤ پھراپا جانا انسان کے خواص میں سے ہے جو کہ یہاں مشبہ ہے، اور "لہ لبدا" اور "اظفاره لم تقلم" مشبہ بہ (شیر) کے مناسبات میں سے ہے۔

تنبیہ: اکثر اہل بلاغت نے اس قسم کا ذکر ہی نہیں کیا ہے یا کیا ہے تو مستقل عنوان نہیں دیا ہے بلکہ "مطلقہ" کے درجہ میں رکھا ہے اسلئے کہ اس میں "تجربہ و تریخ" دونوں جمع ہو کر متعارض ہو جاتے ہیں اور متعارض کی وجہ سے اعتبار ساقط ہو جائے گا۔

۵۔ مجرّدہ و مُرشدہ کی شرط: استعارہ میں تجربہ و تریخ کا اعتبار اسی وقت ہوتا ہے جبکہ استعارہ اپنے قرینہ کے ساتھ مکمل ہو چکا ہو، یعنی ان دونوں کے لئے اصل استعارہ کے قرینہ کے علاوہ مزید کسی لفظ و قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "تفریحیہ" کا قرینہ جو کہ "شبہ" کا مناسب ہوتا ہے "تجربہ" نہیں کہلاتا، اور "مکینہ" کا قرینہ جو کہ "شبہ" کے مناسبات میں سے ہوتا ہے "تریخ" نہیں کہلاتا جیسے کہ "مطلقہ" کی مثال میں

”ابدی نا جذبیہ“ مشبہ کے مناسبات میں سے ہے اور یہی قرینہ ہے استعارہ کے مکینہ ہونے کا۔

۶۔ مراتب اقسام مذکورہ: ان اقسام میں ”استعارہ تدریجیہ“ کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ گزر چکا ہے کہ استعارہ دراصل تشبیہ میں بالغہ کی ایک صورت ہے اور تشبیہ کے لیے مشبہ کے مناسبات کا ثابت کرنا تشبیہ میں مزید تاکید پیدا کرتا ہے جس سے استعارہ کے اندر پائے جانے والے اصل بالغہ کو مزید قوت مل ہو جاتی ہے۔

۷۔ مذکورہ اقسام اور اقسام تقسیم اول
پہ چاروں اقسام تقسیم اول کی دونوں اقسام تصریحیہ و مکینہ کے ساتھ جمع ہو سکتی ہیں۔

سوالات

- (۱) تقسیم ثالث کی اقسام کتنی ہیں اور کیا کیا؟ (۲) مطلقہ کی تعریف و مثال (۳) مجرہ کی تعریف و مثال (۴) مرشمہ کی تعریف و مثال ذکر کیجئے۔ (۵) مرشمہ کیا ہے اور اکثر اہل بلاغت نے اس کا اعتبار کیوں نہیں کیا ہے؟ (۶) تجرید و ترشیح کا اعتبار کب ہوتا ہے؟ (۷) ان اقسام میں اعلیٰ کون ہے اور کیوں؟ (۸) امثال ذیل میں اقسام گزشتہ کی نشان دہی کیجئے۔

یا خلق فلان ارق من النفاس الصبا اذا غالزت ازهار الربی
(جموں کے) (انھکیلیاں کرنا) (پھول) (ٹیلے)

یؤدون الحیة من بعید الی قمر من الایوان باد
(محل) (ظاہر ہوتا ہے)

٢٠ رارى المنيا ان رات بك شيبة جعلتك مرمى نبلها المتواتر
 (موت) (سفيدال) (نشاء)

٢١ فان يهلك فكل عمود قوم من الدنيا الى هلك يصير
 (مراد)

٢٢ وليلة مرضت من كل ناحية فما يضى لها نجم ولا قمر

٢٣ كان فلان اكتب الناس اذا شرب قلمه من دواته او غنى

فوق قرطاسه.

مبحث دوم

مجازِ مرسل

گزرا چکا ہے کہ ”مجاز لغوی“ کی دو اقسام ہیں اول استعارہ اور دوم مجازِ مرسل۔

۱. تعریف مجازِ مرسل

مجازِ مرسل وہ مجازِ لغوی ہے جس کے اندر معنی موضوع لہ، وغیرہ موضوع لہ کے درمیان پایا جانے والا تعلقِ مشابہت کا نہ ہو بلکہ اس کے علاوہ چوبیس امور میں سے کسی ایک کا ہو۔

۲۔ مجازِ مرسل کے علاقے

یہ بات پہلے بھی اور تعریف کے تحت بھی آپہنچی ہے کہ مجازِ مرسل میں تعلقِ مشابہت کا نہیں ہوتا بلکہ دوسرا ہوتا ہے دوسرے تعلق کو علماء بلاغت نے چوبیس امور و وجوہ میں محصور کیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) سَبَبِیَّتْ: یعنی موضوع لہ کا غیر موضوع لہ کے لیے سبب ہونا جیسے عظمتِ یدِ فلان عندی (فلان کے احسانات مجہد بہت ہیں) اس میں ’ید‘ سے احسان و انعام مراد ہے اس لیے کہ ہاتھ احسان و انعام کا سبب ہوتا ہے۔

(۲) مُسَبِّبِیَّتْ: یعنی موضوع لہ کا غیر موضوع لہ کے لیے مسبب ہونا۔

یعنی غیر موضوع لہٰذا سبب اور موضوع لہٰذا سبب ہو، جیسے امطرت السماء
نباتاً اس میں نباتاً سے بارش مراد ہے، اس لئے کہ بارش نبات کا
سبب بنتی ہے تو "نبات" سبب ہے۔

(۳) جزئیت : یعنی موضوع لہٰذا کا غیر موضوع لہٰذا کے لئے جز ہونا،
جیسے ارسلت العيون لتطلع على احوال العدو۔ اس میں
"عیون" سے "جاسوس" مراد ہیں، جبکہ "عین" (آنکھ) جاسوس
کے جسم کا ایک جز ہوتی ہے۔

(۴) کلیت : معنی موضوع لہٰذا کا غیر موضوع لہٰذا کے لئے کل ہونا،
جیسے يجعلون اصابعهم في اذانهم، اس آیت میں اصابع
سے انگلیوں کے پورے مراد ہیں، "پورا" جز ہوتا ہے انگلی کا۔
(۵) اعتبار ماکان : موضوع لہٰذا کا غیر موضوع لہٰذا کے سابق حال کے مطابق
ہونا جیسے : واتوا اليتامى اموالهم میں "یتامی" سے بے باپ
کے کم سن بچے مراد نہیں ہیں جو اس کا موضوع لہٰذا ہیں بلکہ وہ لوگ جو کہ
قبل بلوغ اس وصف کے ساتھ موصوف تھے اور یتیم کہلاتے تھے، مگر
اب بلوغ کے بعد وہ یتیم نہیں کہلاتے۔

(۶) اعتبار مایکون : موضوع لہٰذا کا غیر موضوع لہٰذا کے آئندہ حال
کے مطابق ہونا، جیسے : لا یلدوا الا فاجراً کفاراً (یہ کافر نہیں پیدا
کریں گے مگر فاجر و کافر) معلوم ہے کہ کوئی بچہ بوقت ولادت کافر و فاجر
نہیں ہوتا بلکہ بعد میں ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوتا ہے تو یہاں

مستقبل کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے وقت ولادت سے ہی ان کو ان اوصاف کے ساتھ موصوف کر دیا گیا ہے۔

(۷) مَحَلِّیَّت: موضوع لہ کا غیر موضوع لہ کے لئے محل ہونا کہ معنی غیر موضوع لہ جو مراد ہوں اس کا "موضوع لہ" محل ہو اور غیر موضوع لہ میں وہ پایا جائے ہو، جیسے قَدَرُ الْمَجْلِسِ ذَلِكْ کہ یہاں "مجلس" سے "ال مجلس" مراد ہیں جن کے لئے مجلس محل ہوتی ہے۔

(۸) حَالِیَّت: موضوع لہ کا غیر موضوع لہ کے لئے حال ہونا یعنی غیر موضوع لہ موضوع لہ کے لئے محل ہو،

جیسے: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ میں "نعیم" کہ نیک لوگ "محل نعیم" میں، یعنی ایسی جگہ ہوں گے جہاں نعیم ہوگی، نیز یہ کہ وہ خود نعیم میں ہی ہوں گے، تو نعیم سے "محل نعیم" مراد ہے۔

تَنْبِیْہ: مَحَلِّیَّت و حَالِیَّت کو ہی "مظروفیت و ظرفیت" سے بھی تعبیر کر دیا کرتے ہیں۔

(۹) مِلْزُومِیَّت: موضوع لہ کا غیر موضوع لہ کے لئے ملزوم ہونا، یعنی ملزوم بول کر لازم مراد لینا۔

جیسے: الْحَالُ نَاطِقَةٌ بِكَذَا میں نطق کو دلالت کے معنی میں استعمال کرنا۔

(۱۰) لَازِمِیَّت: موضوع لہ کا غیر موضوع لہ کے لئے لازم ہونا۔
جیسے شدہ ازار کا استعارہ عورتوں سے دُور رہنے کے لئے کہ

عورتوں سے علیحدہ رہنا مستلزم ہے شدّ ازار کو ۔

(۱۱) مطلق بول کر مقید مراد لینا ۔

جیسے ”یوم“ سے ”یوم القیامۃ“ مراد لینا ۔

(۱۲) مقید سے مطلق مراد لینا

جیسے مشغور (ادنٹ کے ہونٹ) سے مطلق ہونٹ کو مراد لینا ۔

(۱۳) خاص بول کر عام مراد لینا، یعنی موضوع لہ کا غیر موضوع لہ سے خاص ہونا

جیسے زید سے مطلق انسان مراد لینا

(۱۴) عام بول کر خاص مراد لینا، یعنی موضوع لہ کا غیر موضوع لہ سے عام ہونا

جیسے ”انسان“ سے ”زید“ کو مراد لینا ۔

(۱۵) موضوع لہ (مضاف الیہ) کا غیر موضوع لہ (مضاف) کی جگہ ذکر کرنا، یعنی

مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کی جگہ ذکر کرنا ۔

جیسے واسئل القریۃ کہ اہل میں واسئل اہل القریۃ ہے

مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کی جگہ ذکر کیا گیا ہے ۔

(۱۶) مضاف الیہ کا حذف، جیسے حینئذ و یومئذ وغیرہ میں ۔

(۱۷) مجاورت: موضوع لہ کا غیر موضوع لہ سے متصل ہونا ۔

جیسے ”میزاب“ (برنالہ) سے پانی مراد لینا، اس لئے کہ پانی کا میز

سے اتصال ہوتا ہے ۔

(۱۸) الیت: موضوع لہ کا غیر موضوع لہ کے لئے آلہ ہونا، یعنی کسی شے

کے آلہ کا نفس اس شے پر اطلاق ۔

جیسے زبان جو کہ ذکر کا آلہ ہے اس سے ذکر کو مُراد لینا۔

(۱۹) بدلیت : موضوع لہ، وغیرہ موضوع لہ کا باہم بدل ہونا۔

جیسے ”دم“ جو کہ حج کی غلطیوں کی مکافات کی ایک صورت ہے اس سے ”دیت“ یعنی مقتول کے قتل کے مالی عوض کو مُراد لینا۔

(۲۰) معرفہ کا نکرہ کی جگہ استعمال جیسے ”انی اخاف الاسد میں الاسد معروف غیر معین کے لئے مستقل ہے۔

(۲۱) تضاد : موضوع لہ، وغیرہ موضوع لہ کا ایک دوسرے کے لئے ضد ہونا،

جیسے بصیر (بنا) سے اعمیٰ (نابینا) کو مُراد لینا۔

(۲۲) زیادت : یعنی عبارت میں کسی کلمہ کا اصل مراد سے زائد ہونا۔

جیسے لیس کمثلہ شئی میں لفظ ’لک‘ زائد ہے۔

(۲۳) حذف : کلام کے کسی جز کو حذف کر دینا۔

(۲۴) نکرہ کا اثبات کے تحت واقع ہو کر عموم کا فائدہ دینا،

جیسے تمرة خیر من جرادة

بعض حضرات نے ان علاقوں میں سے بعض کو بعض میں ضم و مدغم کر کے ذکر کیا ہے تو کل ۱۲ علاقے ذکر کئے ہیں بلکہ بعض نے پانچ اور چار کی تعداد بھی ذکر کی ہے۔

سَوَالَات

(۱) مجاز مرسل کی تعریف کیجئے (۲) مجاز مرسل میں علاقے کتنے ہو سکتے ہیں اور کیا کیا؟

(۳) ان علاقوں کی تعداد انفاق ہے یا اختلاف ہے، اگر اختلاف ہے تو کیا ہے؟

(۴) مثلہ ذیل میں علاقوں کی نشان دہی کیجئے :-

یٰۤاَیُّهَا الْمِصْرِیُّونَ الْقَطْنُ الَّذِی تَشْتَجِبْنَ بِرَأْسِہِمْ رَأْسَ اَوْقَدٍ وَاَنَارًا

رَأْسَ لَہِ اِیَادِ عَلٰی سَابِغَةٍ اُعِدَّتْ مِنْہَا وَلَا اُعِدَّتْ دَہَا
(احاثاً) (بڑے بڑے) (شمار کرنا)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰتٰکُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰتٰکُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا

جَعَلُوا اَصَابِعَہُمْ فِیْ اِذَانِہُمْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰتٰکُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰتٰکُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا جَعَلُوا اَصَابِعَہُمْ فِیْ اِذَانِہُمْ
(راحت کا سامان)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰتٰکُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا جَعَلُوا اَصَابِعَہُمْ فِیْ اِذَانِہُمْ

فصل سوم

مجاز مرکب اور مجاز عقلی

(الف) مجاز مرکب

”مجاز لغوی“ کی ایک قسم و صورت مجاز مرکب بھی ہے اس لئے کہ مجاز جیسے مفردات میں ہوتا ہے، مرکبات میں بھی ہوتا ہے۔

یعنی جیسے مفرد میں معنی موضوع لہ کے بجائے غیر موضوع لہ معنی کو مراد لینے ہیں، ایسے ہی جملوں میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ اصل معانی موضوع لہ کے بجائے دوسرے معانی مراد لئے جاتے ہیں، اور جیسے مفرد میں ہر دو کے درمیان تعلق کا ہونا ضروری ہے خواہ مشابہت کا ہو یا کوئی دوسرا، ایسے ہی مرکب میں بھی دونوں قسم کے علاقے پائے جاتے ہیں اسی لئے ایسا جملہ و کلام جس کے اصل معنی کے بجائے دوسرے معانی مراد ہوں، اس کی دو اقسام ہیں :

(۱) مجاز مرکب (۲) استعارہ تمثیلیہ

۱۔ مجاز مرکب

(الف) تعریف : مجاز مرکب وہ جملہ ہے کہ جس کے موضوع لہ معانی کے بجائے غیر موضوع لہ معانی مراد ہوں اس طور پر کہ دونوں کے درمیان مشابہت کا تعلق نہ ہو اور حقیقت کو مراد لینے سے مانع قرینہ بھی موجود ہو۔

(ب) مثال ۱: جملہ خبریہ جبکہ انشائیہ کے معنی میں ہو مثلاً والوالدات
یرضعن اولادھن۔ یہ جملہ لفظاً خبریہ ہے مگر معنی انشائیہ ہے اسلئے
کہ مضارع امر کے معنی میں ہے۔

۲. استعارہ تمثیلیہ

(الف) تعریف: وہ جملہ جس کے اصل معنی کے بجائے دوسرے معانی مراد
ہوں دونوں معانی کے درمیان مشابہت کا تعلق ہونے کی وجہ سے۔

(ب) مثال: کسی کام کے حق میں متردد شخص سے کہنا،
اراک تَقْدَم رجلا و توخر اخری، یہ جملہ تشبیہ پر مبنی ہے۔
ضرب الامثال سب اسی قبیل سے ہیں۔

(ب) مجاز عقلی

”مجاز عقلی“ سے متعلق مختصر تفصیل و توضیح مجاز کی ابتدائی بحث میں
”مجاز لغوی“ کے تذکرہ کے ساتھ گزر چکی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ :-
”مجاز لغوی“ کا تعلق مسند یا مسند الیہ یا اس کے متعلقات سے ہوتا ہے۔

۱. تعریف: مجاز عقلی وہ مجاز ہے جس میں فعل یا معنی فعل کو غیر فاعل
حقیقی کی طرف منسوب کیا جائے۔

۲. شرائط: مجاز عقلی میں بھی دو امور کا پایا جانا ضروری ہے: ایک
تعلق و مناسبت فاعل حقیقی و غیر حقیقی کے درمیان، دوسرے قرینہ،
اس لئے کہ ”مجاز عقلی“ مجاز مطلق کی ایک قسم ہے اور مجاز مطلق کے
لئے یہ دونوں امور ضروری ہیں۔

۳۔ مثال: ۱۔ اشَابُ الصَّغِيرِ وَافْنَى الْكَبِيرِ
(بڑھا کرنا)

مَرَّ الْغَدَاةَ وَكَثَّرَ الْعَشَى
(صبح و شام کے آنے جانے نے)

اس شعر میں "اشاب اور افنی" دونوں کی نسبت، جن امور کی طرف ہے وہ فاعل غیر حقیقی ہیں، اس لئے کہ فاعل حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے۔

۴۔ صورا، مجاز عقلی کی اصولی دو صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ فعل یا معنی فعل کی اسناد فاعل کے بجائے فعل کے سبب یا زمان یا مکان یا مصدر کی طرف کی جائے۔

جیسے: ۱۔ بنی الامیر المدينتہ میں فعل کے سبب کی طرف اسناد ہے
۲۔ تجری من تحتہا الانہار میں فعل کی نسبت مکان کی طرف ہے
اس لئے کہ نہر کا پانی جاری ہوتا ہے خود نہر نہیں، جس کا مصداق زمین کا گرہا ہے جس میں پانی بہتا ہے۔ ۳۔ نہار صائم اس میں معنی فعل کی زمان کی طرف نسبت ہے اس لئے کہ "نہار" تو روزے کا وقت ہے۔ ۴۔ فلان جد جدہ میں جد فعل کی نسبت مصدر جد کی طرف ہے۔

دوم یہ کہ اسم فاعل کو اسم مفعول کے معنی میں اور اسم مفعول کو اسم فاعل کے معنی میں استعمال کیا جائے جیسے راضیۃ بمعنی مرضیۃ اور جیسے "انہ کان وعدہ مائتیا" میں مائتیا اسم مفعول بمعنی "ائتیا" (آنے والا) ہے۔

سَوَالَات

- (۱) کیا جملوں میں بھی مجاز ہوتا ہے ؟ (۲) مجاز مرکب و استعارہ تمثیلیہ کا کیا مطلب ہے اور دونوں کے درمیان کیا فرق ہے ؟ (۳) مجاز عقلی کا تعلق لفظ سے ہے یا اسناد سے ؟ (۴) مجاز عقلی کی تعریف و شرائط کیا ہیں ؟ (۵) مجاز عقلی کی صورتیں کتنی ہیں تفصیل کیجئے۔ (۶) اشلہ ذیل میں مجاز عقلی کی صورتوں کی نشاندہی کیجئے :

۱۔ لا عاصم الیوم من امر الله الا من رحم ۲۔ ذهبنا الى حديقة غناء
 ۳۔ بنی اسماعیل کثیراً من المدارس بمصر ۴۔ لیل الزاهد قائم
 ۵۔ از دھمت شوارع القاهرة ۶۔ انه كان وعدة مأتیا
 ۷۔ یذبج ابناءهم ۸۔ ینزع عنهم الباسهما
 ۹۔ حضر محمد علی باشا الترعة المحمودية
 ۱۰۔ انا نخاف من ربنا یوما عبوساً

فصل چہارم

کنایہ

۱۔ تعریف کسی لفظ سے معنی موضوع لہ کے بجائے معنی کا کوئی لازم مراد لینا اس احتمال کے ساتھ کہ شاید معنی موضوع لہ ہی مراد ہوں۔

۲۔ مثال: "طویل النجاد" سے طویل القامت مراد لینا، اس لئے کہ "نجد" معنی ہیں تلوار کی نیام اور تلوار کی نیام وہی لمبی رکھے گا جو خود لمبا ہو، تو "طویل قامت" "طویل نجد" کے لئے لازم ہے۔

۳۔ عنوان معنی مراد در کنایہ: کنایہ کے ذریعہ لفظ کے جو معنی مراد لئے جاتے ہیں اصل معنی سے ہٹ کر، اس کو "مکنی عنہ" کہتے ہیں۔

۴۔ اقسام: کنایہ کی مکنی عنہ "یعنی اس سے مراد مخصوص معنی کے اعتبار سے تین اقسام ہیں: (الف) مکنی عنہ صفت ہو، (ب) مکنی عنہ موصوف ہو (ج) مکنی عنہ نسبت ہو۔

(الف) مکنی عنہ کا صفت ہونا، جیسے ۵

طویل النجاد، رفیع العمد، کثیر الرماد، اذا ماشتا

ریمر سمدوح تلوار کی لمبی نیام والا، اونچے خمیوں والا اور بڑی راکھ والا ہوتا ہو جبکہ سردی کا موسم ہو)

اس شعر میں طویل النجاد، رفیع العمد، کثیر الرماد، تینوں کنایات ہیں تین اوصاف سے۔ اول بہادری سے، اس لئے کہ لمبی تلوار رکھنے والا خود بھی لمبا ہوتا ہے اور لمبا آدمی عادتاً بہادر ہوتا ہے۔ دوم سرداری

اس لئے کہ اونچے نیچے سر داروں کے ہوتے ہیں کہ ان کے یہاں مجلسیں
لگتی ہیں اور آمد و رفت کی کثرت ہوتی ہے۔ سوم سخاوت و ضیافت
سے اس لئے کہ راکھ کی کثرت ان اوصاف کا لازم ہے، سخی و مہمان نواز
کے یہاں آگ بکثرت جلتی ہے تو راکھ بھی خوب ہوگی۔

(ب) مکئی عنہ کا موصوف ہونا، جیسے ۷

الضَّارِبِينَ بِكُلِّ اَبِيضٍ لِّحْذَمٍ وَالطَّاعِنِينَ مَجَامِعِ الْاَضْغَانِ

وہ خوب مارنے والے ہیں ہر چکدار و خوب کاٹنے والی تلوار سے اور نیزہ مارنے والے ہیں
بعض و عداوت کے جمع رہنے کی جگہوں یعنی دونوں میں ۱

اس میں "مجامع الاضغان" کنایہ ہے "قلاوب" سے اس لئے کہ کل
ہی ان اوصاف کا موصوف بنا کرتے ہیں۔

(ج) مکئی عنہ کا نسبت ہونا، جیسے کہا جاتا ہے المجذبا بین ثوبیہ
اور الحکم تحت رداۃ، پہلا جملہ مدوح کی طرف مجد کی نسبت
اور دوسرا کرم کی نسبت سے کنایہ ہے، اس لئے کہ کسی چیز کا کسی کے
دوپٹروں کے درمیان یا نیچے ہونا۔ اس کی دلیل ہے کہ وہ شے کپڑوں
کے مالک کے پاس اور اس کی ملکیت میں ہے۔

۵۔ اقسام باعتبار توسط براۓ مکئی عنہ

کنایہ میں ایک تقسیم اور جاری ہوتی ہے جس کی بنا اس پر ہے کہ
کنایہ میں جو معنی مراد ہوتے ہیں یعنی مکئی عنہ وہ اصل معنی کا لازم ہوتا ہے
اور لازم کا اپنے ملزوم کے لئے جو ملزوم ہوتا ہے وہ کبھی براہ راست ہوتا ہے

اور کبھی بالواسطہ اور بالواسطہ ہونے میں واسطے کم بھی ہوتے ہیں اور زیادہ بھی، نیز یہ کہ ان واسطوں کے مختلف حالات ہوتے ہیں ان واسطوں کے پیش نظر کنایہ کی تین اقسام کی جاتی ہیں: —

(الف) تلویح (ب) رمز (ج) اشارہ

(الف) تلویح

- ۱۔ تعریف، لازم و ملزوم کے درمیان متعدد واسطوں کا ہونا
- ۲۔ مثال: "فلان کثیر الرماد" کہہ کر سخی مراد لیا جائے۔ اس مثال میں "کثیر الرماد" کے اصل معنی اور اس کے لازم کرم و سخاوت کے درمیان کئی واسطے نکلتے ہیں جس کی تفصیل یوں ہے کہ راکھ کی کثرت آگ کی کثرت کو مستلزم ہے، اور آگ کی کثرت زیادہ پکانے کو مستلزم ہے، اور وہ مہانوں کی کثرت کو، اور مہانوں کی کثرت سخاوت کو مستلزم ہے۔

(ب) رمز

- ۱۔ تعریف، لازم و ملزوم کے درمیان واسطوں کا نہ ہونا، یا قلیل و مخفی واسطوں کا ہونا۔

- ۲۔ امثلہ: (الف) واسطے نہ ہونے کی مثال جیسے فلان عریض القفا، بیوقوف مراد لینے کی صورت میں، کہ اس کے لغوی معنی اور کنی عنہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں پایا دانا جاتا، اس لئے کہ گردن کی چوڑائی اتنی کمستلزم مانی جاتی ہے۔

(ب) قلیل و مخفی واسطوں کی مثال جیسے فلان عریض الوسادة

حماقت مراد لینا، اس لئے کہ تکیہ کی چوڑائی گردن کی چوڑائی کو مستلزم ہے اور وہ حماقت کو، اس میں ایک واسطہ ہے اور وہ بھی زیادہ واضح نہیں ہے (ج) اشارہ

۱. تعریف: واسطوں کا کم مگر واضح ہونا
۲. مثال: اوما رأیت المجد القی رَحْلہ فی ال طلحہ ثم لم یتحول
اس میں ایک واسطہ ہے جو کہ واضح ہے، اس لئے کہ مجد و عزت کا ال طلحہ کے درمیان اپنی سواری کو ڈال دینا اور نہ ملنا کنایہ ہے مجد کے ان کے مقام پر پائے جانے سے جو کہ مستلزم ہے مجد کی انکی طرف نسبت کو۔

(د) تعریض

یہ بھی کنایہ کی ایک معروف قسم ہے۔
۱. تعریف: مخاطب کی فہم پر اعتماد کر کے کسی لفظ سے معنی حقیقی کے بجائے اس کے کسی لازم کو مراد لینا۔

۲. مثال: ایسا آدمی جو لوگوں کو نقصان پہونچایا کرتا ہو، اس سے کہنا خیر الناس من ینفع الناس۔ اس کا ظاہری مفہوم تو یہ ہے کہ جو انسان دوسروں کو نفع پہونچائے وہ بہتر ہے، مگر مراد یہاں لازم ہے کہ تم چونکہ دوسروں کو نقصان پہونچاتے ہو، اس لئے اچھے آدمی نہیں ہو۔

۶۔ مجاز و کنایہ کا درجہ

علماء بلاغت کا اتفاق ہے کہ مجاز بمقابلہ حقیقت کے اور کنایہ بمقابلہ صریح کے ابلغ ہے، کہ ان دونوں سے کلام میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ اصل کلام میں حقیقت و صریح ہے۔

۷۔ کنایہ کے لئے قرینہ: چونکہ کنایہ کے تحت بھی لفظ کے اصل معنی مراد نہیں ہوتے اور غیر موضوع لہ کو مراد لینا بغیر کسی داعی و باعث کے درست نہیں ہے اس لئے مجاز کی طرح کنایہ کے لئے بھی قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے البتہ مجاز کا کنایہ یہ متعین کرتا ہے کہ حقیقت مراد ہی نہیں ہے اور کنایہ کا قرینہ مکمل معنی ضرور کرتا ہے مگر اس کے باوجود اصل معنی کو مراد لینے کی گنجائش رہتی ہے۔

سوالات

- (۱) کنایہ کیا ہے؟ تعریف و مثال سے واضح کیجئے۔ (۲) مکئی عنہ کس کو کہتے ہیں؟ (۳) مکئی عنہ کے اعتبار سے کنایہ کی کتنی صورتیں ہوتی ہیں ان اقسام کی مع امثلہ و وضاحت کیجئے۔ (۴) واسطوں کے اعتبار سے کنایہ کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ (۵) تلویح کیا ہے؟ (۶) رمز کس کو کہتے ہیں؟ (۷) اشارہ کو بیان کیجئے۔ (۸) تعریض کس کو کہتے ہیں؟ (۹) حقیقت و مجاز میں اور صریح و کنایہ میں کون ابلغ ہے؟ (۱۰) امثلہ ذیل میں کنایات کی نشاندہی کیجئے۔

۱۔ فَمَسَّاهُمْ وَبَسَطَهُمْ حَرِيدٌ	۲۔ وَبَسَطَهُمْ وَبَسَطَهُ تَرَابٌ
(شام آنا)	(صبح آنا)
۳۔ وَمَنْ فِي كَفٍّ مِنْهُمْ قَتَاةٌ	۴۔ كَمَنْ فِي كَفٍّ مِنْهُمْ خَضَابٌ
(نیزہ)	(مہندی)
۵۔ الْقَى فُلَانٌ عَصَاهُ	۶۔ يَشَارُ إِلَيْهِ بِالْمَهْنَانِ (انگلی)
۷۔ فَاصْبِرْ يَقْلَبُ كَفِيهِ عَلَى مَا لَفَنَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ	

باب دوم

علم معانی

۱۔ تعریفِ علمِ معانی :- ان اصول و قواعد کا جاننا جن کے ذریعہ عربی زبان کے ان احوال سے واقفیت حاصل ہو جن کی بنیاد پر کلام کو مقتضائے حال کے مطابق بنایا جاتا ہے۔

۲۔ مثال : ارشاد باری ہے : اِنَّا لَآنْذِرُ اَشْرًاۢرِ اَرِیدُ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اِمَّ اَرَادَ بَعْدَ رَبِّہُمْ رِشْدًا ؕ اس آیت میں دو جملے ہیں۔ پہلا جملہ "اَشْرًاۢرِ اَرِیدُ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ" اور دوسرا "اِمَّ اَرَادَ بَعْدَ رَبِّہُمْ رِشْدًا" ہے، صورتِ دونوں مختلف ہیں اس لئے کہ پہلے میں فعل مجہول لایا گیا ہے اور دوسرے میں فعل معروف ہے۔ اس اختلاف کا باعث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات خیر و شر دونوں کی خالق ہے اس لئے دونوں کی نسبت اس کی طرف صحیح ہے لیکن شر کی خصوصیت کی وجہ سے شر کو پیدا کرنے کی نسبت اس کی طرف پسندیدہ نہیں ہے لہذا چونکہ پہلے جملے میں "شر" کا تذکرہ ہے۔ اس لئے فعل مجہول لایا گیا ہے اور دوسرے میں "خیر" کا ذکر ہے اس لئے فعل معروف لاکر اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔

۳۔ مباحثِ علمِ معانی، تعریف میں "احوال" کا ذکر آیا ہے اور "احوال" چونکہ مختلف ہوتے ہیں اس لئے ان کے تقاضے و مقتضیات بھی مختلف ہوتے ہیں اور "علمِ معانی" میں انہیں "احوال" کی رعایت ہوتی ہے اور ان کے "مقتضیات" کو اپنایا جاتا ہے اس لئے انہیں احوال کی نسبت سے اس علم کے مباحث ضبط کئے جاتے ہیں، اصولی طور پر مذکورہ ذیل مباحث

اس کے تحت آتے ہیں، —

خبر و انشاء - قصر - فصل و وصل - تقدیم و تاخیر - ذکر و حذف
ایجاز و اطناب اور مساوات -
ان مباحث کو چھ فصلوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

سوالات

- (۱) علم معانی کی تعریف کیجئے (۲) مثال سے وضاحت کیجئے (۳) علم معانی میں کن امور سے بحث ہوتی ہے (۴) مثال ذیل میں اختلاف اسلوب و حمل کی توجیہ کیجئے
- مَا اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك
-

فصل اول

خبر و انشاء

۱۔ تمہید : ہر جملہ کلام خواہ اس کی کوئی بھی شکل و صورت ہو، اپنے مفہوم کے اعتبار سے اس کی دو اقسام ہیں :

(الف) خبر (ب) انشاء

خبر

- ۱۔ تعریف : خبر وہ کلام ہے جس کے قائل کو سچا یا جھوٹا کہا جاسکے۔
- ۲۔ توضیح : جب کوئی کلام ایسا ہوتا ہے کہ اس کے اندر زمانہ ماضی یا آئندہ میں کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کا بطور واقعہ بیان ہو تو اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ وہ سچا بھی ہو سکتا ہے جھوٹا بھی، اس کے سچے یا جھوٹے ہونے کا مدار اس پر ہوتا ہے کہ وہ واقعہ حقیقت کے عین مطابق ہے یا نہیں اگر وہ واقعہ کے عین مطابق ہو تو ”سچا“ کہلاتا ہے اور اگر مطابق نہ ہو تو جھوٹا کہلاتا ہے، اسی کو صدق و کذب اور صادق و کاذب سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

۳۔ صدق : کلام کا واقع کے مطابق ہونا۔

ایسے کلام کے قائل کو "صادق" کہتے ہیں۔

۴۔ کذب : کلام کا واقع کے مطابق نہ ہونا۔

ایسے کلام کے قائل کو "کاذب" کہتے ہیں۔

۵۔ امثلہ : زید قائم (زید کھڑا ہے) 'زید' ذہب (زید گیا)

زید ذہب (زید چائے گا) ان جملوں میں زید کے متعلق جو باتیں کہی گئی

ہیں اگر یہ واقع کے مطابق ہوں کہ زید واقعہ کھڑا ہو، یا گیا ہو، یا اس کا جانا ہو

تو یہ کلام و متکلم "صادق" کہلائیں گے، اور ان میں سے جو جملہ واقع کے مطابق

نہیں ہو گا وہ اور اس کا متکلم "کاذب" کہلائیں گے۔

۶۔ ارکان : خبر کے بنیادی اجزاء و ارکان در ہیں۔

(الف) محکوم علیہ (ب) محکوم بہ

(الف) محکوم علیہ

(۱) تعریف : وہ ذات و شے جس کی طرف خبر میں مذکور حکم و وصف کی

نسبت کی جائے۔

(۲) دیگر تعبیرات : اسی کو "مسند الیہ" اور "مخبر عنہ" بھی کہا کرتے ہیں۔

(۳) امثلہ : مبتدا، فاعل، نائب فاعل، نیز نواسخ یعنی افعال ناقصہ

و حروف مشبہہ وغیرہ کے اسماء

(ب) محکوم بہ

(۱) تعریف : وہ وصف و حکم جس کی محکوم علیہ کی طرف نسبت کی جائے۔

(۲) دیگر تعبیرات، اسی کو "مسند" اور کبھی "مخبرہ" بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔
 (۳) امثلہ: فعل، مشبہ فعل، خبر، نواسخ کی خبر، اودہ مبتدا جو اپنے بعد
 ایک اسم ظاہر کو رفع دیا کرتا ہے۔
 (ج) ارکان سے زائد کلمات

خبر کے اندر پائے جانے والے وہ کلمات جو کہ محکوم علیہ یا محکوم بہ نہیں
 ہوتے وہ سب "قید" شمار ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ دونوں ارکان میں سے
 کسی کا مضاف الیہ یا صلہ نہ ہوں ورنہ وہ ارکان ہی کے حکم میں ہوتے ہیں۔
 قید کے طور پر حسب ذیل اور آتے ہیں :-

الفاظ شرط . الفاظ نفی . مفعول کی تمام اقسام . حال . تمیز
 توانع . نواسخ .

سوالات

- (۱) کلام کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ (۲) خبر کی تعریف کیجئے (۳) صدق و کذب کا کیا مطلب ہے
 مثال سے سمجھائیے (۴) خبر کے ارکان کتنے ہوتے ہیں اور کیا کیا؟ (۵) مسند الیہ کی تعریف کیجئے اور
 بتائیے کہ اس کو اور کیا کیا کہتے ہیں۔ (۶) مسند کی تعریف کیجئے اور بتائیے کہ محکوم بہ و خبر بہ کس کو کہتے ہیں
 (۷) محکوم علیہ اور محکوم بہ کیا کیا امور ہو سکتے ہیں۔ (۸) امثلہ ذیل میں صدق و کذب کی نشاندہی کیجئے
 "مذ ایک قاتل قتل کے بعد کہتا ہے" میں نے قتل نہیں کیا "یا کہتا ہے کہ" میں نے ہی قتل کیا ہے"
 تو اس کا یہ کلام خبر کہلائے گا یا نہیں، اور کون سا جملہ صادق ہو گا اور کون سا کاذب؟

اقسام خبر

خبر میں دو تقسیمات جاری ہوتی ہیں: (۱) باعتبار جزر اول
(۲) باعتبار حال مخاطب

۱۔ تقسیم اول باعتبار جزر اول

خبر کی اس کے جزر اول کے اعتبار سے دو اقسام ہیں: —

(الف) جملہ اسمیہ (ب) جملہ فعلیہ

(الف) جملہ اسمیہ

۱۔ تعریف: جملہ اسمیہ وہ کلام خبری ہے جس کا جزر اول اسم ہو۔
۲۔ امثلہ: زید قائم۔ زید قاف، دونوں جملے 'اسمیہ' ہیں
اس لئے کہ دونوں کا پہلا جزء اسم ہے۔

۳۔ فوائد: جملہ اسمیہ سے دو فوائد حاصل ہوتے ہیں: —
فائدہ اولیٰ تو یہ ہے کہ اس سے مندریہ کے لئے سند کے ثبوت کا
علم ہوتا ہے، یہ اس کا عام فائدہ ہے جیسے اوپر دونوں جملوں میں
زید مندریہ کے لئے، قیام (کھڑے ہونے) کے ثبوت کا علم
ہو رہا ہے۔

فائدہ ثانیہ: مندریہ کے لئے سند کا استمرار و دوام کے ساتھ

ثبوت، یہ خصوصی فائدہ ہے جو ہر موقع پر نہیں حاصل ہوتا بلکہ کہیں کہیں اور قرآن کی بنا پر، قرینہ یہ ہوتا ہے کہ خبر "فعل" نہ ہو بلکہ "سبب فعل" یعنی صفت کا کوئی بیغ ہو جیسے گزشتہ دونوں مثالوں میں پہلی مثال "زید قائم" میں چونکہ خبر قائم اسم ہے اس لئے اس سے زید کے محض قیام کا ہی علم نہیں ہو رہا ہے بلکہ قیام کے دوام و استمرار کا بھی، بمقابلہ "زید قائم" کے اس سے کسی خاص موقع کی نسبت سے اس کے کھڑے ہونے کا علم ہوتا ہے۔

(ب) جملہ فعلیہ

۱. تعریف: وہ کلام خبری ہے جس کا پہلا جز فعل ہو۔

۲. مثال: قائم زید

۳. فوائد: کسی مخصوص زمانہ میں (خواہ وہ ماضی ہو یا حال و استقبال) سندالیہ کے لئے سند کا حدوث و وجود۔ جیسے مثال مذکور میں "قائم" زمانہ گزشتہ میں "زید" کے لئے "قیام" کے حدوث (پیش آنے) کو بتا رہا ہے۔

خصوصی فائدہ: استمرار تجدیدی کا ہوتا ہے کہ فعل کسی چیز کے برابر و بار بار پائے جاتے رہنے کو بتاتا ہے یہ فائدہ کبھی کبھی قرآن کی بنا پر حاصل ہوتا ہے، اور قرینہ "فعل مضارع" ہوتا ہے۔

جیسے "یا آئی الینا زید" میں "یا آئی" زید کے لئے صریح "ایمان" (آنے) کے حدوث کو نہیں بتا رہا ہے بلکہ وہ استمرار تجدیدی پر

دلالت کر رہا ہے اس لئے کہ یہاں اس کا مفہوم و مفاد یہ ہے کہ ”زیر
ہمارے پاس برابر آثار ہوتا ہے“ یعنی زیر کی طرف سے اس کا عمل کے برابر
پائے جاتے رہنے کو بتا رہا ہے۔

۲۔ تقسیم دوم باعتبار حال مخاطب

مخاطب کے احوال کے اعتبار سے خبر کی تین اقسام ہوتی ہیں: (۱) اس لئے کہ
کبھی مخاطب ایسا ہوتا ہے کہ اس کو ”مخبر بہ“ کے متعلق کوئی علم نہیں ہوتا اور وہ اس
کے ذہن میں ہوتا ہی نہیں، اور کبھی اس کو اس کی بابت شک و تردد یا انکار ہوتا
ہے اس لئے تین اقسام بنتی ہیں: (الف) (ابتدائی) (ب) (طلبی) اور
(ج) (انکاری)۔

(الف) خبر ابتدائی

- ۱۔ تعریف: وہ خبر کہ جس میں مذکور ”مخبر بہ“ کا مخاطب کو بالکل علم نہ ہو
- ۲۔ حکم: اس صورت میں خبر کے ذکر کے لئے کسی طرح کے کلمات
تاکید کے لانے کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہ خبر ان سے خالی ہوتی ہے
- ۳۔ مثال: ایک شخص کو اس کے والد کے آنے کی خبر نہ ہو تو اس سے
کہنا کہ ”تمہارے والد آئے ہیں“ جاء ابولہ۔

(ب) خبر طلبی

- ۱۔ تعریف: وہ خبر جس کے ”مخبر بہ“ کے ثبوت و وقوع کی بابت
مخاطب کو شبہ ہو، اور وہ تحقق و یقین چاہتا ہو۔

۲. حکم: ایسی خبر میں تاکید کلمات و قیود کا اضافہ بہتر ہے اور محض ایک ایسا کلمہ کافی ہوتا ہے۔

۳. مثال: وہ مخاطب جس کو اپنے والد کی آمد کی خبر میں تردد ہوا اور وہ یقین و اطمینان چاہتا ہو، اس سے کہنا قد جاء ابوك (سچ بچ تمہارے والد آئے ہیں) یا "ان ابالك جاء" کہ ان مثالوں میں "قد" اور "ان" کے ذریعہ مخاطب کے تردد کو دور کیا گیا ہے، اور اس موقع پر اگر ان کلمات کو نہ لایا جائے تو بھی گنجائش ہے۔

(ج) خبر انکاری

۱. تعریف: وہ خبر جس کے خبر پر کے ثبوت کا مخاطب انکار کرتا ہے۔
۲. حکم: اس صورت میں خبر کی تاکید یعنی اس کے ساتھ کلمات تاکید کا لانا ضروری ہے، اور جس درجہ کا انکار ہو اسی کے مطابق کلمات تاکید لائے جائیں گے، اسی لئے کبھی ایک مؤکد (تاکید کرنے والا کلمہ) لایا جاتا ہے اور کبھی دو یا دو سے زائد بھی۔

۳. امثلہ: وہ مخاطب جسے زید کی آمد سے انکار ہو، اس سے کہنا:

لَا إِنَّ زَيْدًا قَادِمٌ مَّا إِنَّ زَيْدًا الْقَادِمُ مَّا وَاللَّهِ
إِنَّ زَيْدًا الْقَادِمُ

پہلی مثال میں ایک، دوسری میں دو اور تیسری میں تین کلمات تاکید کے لئے لائے گئے ہیں، تیسری میں قسم بھی تاکید کے لئے ہے۔
۴. کلمات تاکید: تاکید کی اصولی دو صورتیں ہیں، اول تو یہ کہ

جس کلمہ کی تاکید مقصود ہو اسی کو کمرہ لایا جائے، جیسے جاء زیدٌ ریدٌ
اور جاء جاء زیدٌ۔

دوم یہ کہ وہ مخصوص کلمات جو کسی انداز میں اس مفہوم کو ادا کرتے ہیں
حسب موقع ان کا استعمال کیا جائے۔

جیسے: اِنَّ، اَنْتَ، لام ابتداء، نون ثقلیہ و نون خفیفہ، حروف زائدہ، قد
حروف تنبیہ، حروف قسم، اما شرطیہ۔

سوالات

- (۱) خبر کی تقسیم اول کی بنیاد و اقسام بتائیے (۲) جملہ اسمیہ کس کو کہتے ہیں اور اس کے فوائد کیا ہیں؟ (۳) جملہ فعلیہ کے فوائد ذکر کیجئے اور تعریف بھی کیجئے۔ (۴) دوام و استمرار - اور استمرار بتجددی کا کیا مطلب ہے؟ (۵) مخالف کے احوال کے اعتبار سے خبر کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ (۶) کلمات تاکید کس میں لانے کی ضرورت نہیں ہے، کس میں بہتر ہے اور کس میں ضروری ہے؟

اغراضِ خبر

یوں تو خبر کے ساتھ مختلف اغراض وابستہ ہوتی ہیں، لیکن درُعموماً پائی جاتی ہیں۔

(الف) جو حکم جملہ میں بیان کیا گیا ہے مخاطب کو اس کے علم کا فائدہ پہونچانا یعنی مخاطب جو کہ اس سے ناواقف ہے اس کو اس سے واقف کرانا۔

ایسے حکم کو "فائدة الخبر" کہتے ہیں اور یہ غرض ان تمام خبری جملوں میں ہوتی ہے جن کے ذریعہ مخاطب کو کسی نامعلوم امر کی خبر دی جاتی ہے۔

(ب) مخاطب کو یہ فائدہ پہونچانا اور یہ بتانا کہ متکلم اس خبر کے مضمون سے واقف

ہے اس کو "لازم الفائدة" کہتے ہیں، ایسا وہاں ہوتا ہے جہاں متکلم مخاطب کے سامنے کسی چیز کا ذکر کرے جو مخاطب کے علم میں ہو اور کسی وجہ سے مخاطب یہ سوچ سکتا ہو کہ متکلم کو اس کا علم نہ ہوگا، یا نہیں ہے، جیسے لقَدْ نَهَضْتُ مِنْ نَوْمِكَ الْيَوْمَ مُبَكَّرًا (آج تو

آپ نیند سے بہت سویرے اُٹھ گئے ہیں) اس جملہ میں جو مضمون ہے، متکلم کا مقصود یہ نہیں ہے کہ مخاطب کو اس سے واقف کرایا جائے بلکہ اس کا مقصود یہ بتانا ہے کہ متکلم مخاطب کے اس حال سے واقف ہے۔

ان عمومی اغراض کے علاوہ مزید بعض اغراض ہوتی ہیں جنہیں کلام کے سیاق و سباق سے سمجھا جاتا ہے۔

۱۔ استرحام: مخاطب سے رحم کا سوال کرنا، جیسے حضرت موسیٰ کا فرمان

رَبِّ اِنِّی لَمَّا اَنْزَلْتَ اِلَیْ مِنْ خَیْرِ فَقِیْرٌ (اے میرے پروردگار جو نعمت

بھی آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا عاجز ہوں) یہ صورتِ خبر ہے جس کے ذریعہ

حضرت موسیٰ نے حق تعالیٰ سے اپنے لئے رحم و عنایت کا سوال کیا ہے

۲۔ تحسّر: یعنی کسی امر پر حسرت کا اظہار، جیسے حضرت مریم کی والدہ کا ارشاد ہے:

رَبِّ اِنِّی وَضَعْتُهَا اُنْثٰی (اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل (ڑکی جنی) کر اس

خبر میں اظہارِ حسرت مقصود ہے۔

۳۔ اظہارِ ضعف: جیسے حضرت زکریا کا ارشاد: — رَبِّ اِنِّی

وَهِنَ الْعَظْمُ مِثْنٰی (اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں)۔

۴۔ اظہارِ فخر: جیسے

اِذَا بَلَغَ الْفِطَامُ لَنَا صَبٰی (رومہ پھڑانا)
تَخْرُلُهُ الْجِبَابُ بِرُسَاجِدِنَا (گونا) (بڑے بڑے عہدِ عالم و جابر)

۵۔ تخریض: کسی امر پر ابھارنا جیسے

لَیْسَ اِخْوَالِحَاجَاتٍ مِنْ بَاتٍ نَاثِمَا

(مزدوروں کی فکر کرنے والا وہ نہیں ہے جو رات کو آرام کی نیند سوئے)

وَلٰكِنْ اِخْوَاهَا مِنْ بَاتٍ عَلٰی وَحَل

(بلکہ مزدوروں کی فکر کرنے والا وہ ہے جو خون کے ساتھ رات گزارے)

خبر کی مقتضی سے مطابقت و عدم مطابقت

علم معانی کے تحت یہ بات آتی ہے کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو، اور کلام کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ خبر میں بھی یہی ہوتا ہے، اور خبر کی مطابقت و موافقت کی تین صورتیں نکلتی ہیں جن کو پیچھے تقسیم باعتبار احوال مخاطب کے تحت ذکر کیا گیا ہے مگر کبھی موافقت نہیں بھی ہوتی۔ موافقت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ موقع و محل بظاہر جس اسلوب و قسم کا تقاضا کرتا ہو اسے چھوڑ کر دوسرے اسلوب و قسم کو استعمال کیا جائے۔ اس کی بھی تین صورتیں ہوتی ہیں اور اس کی بنیاد وہ امور و قرائن ہوتے ہیں جو متکلم کے پیش نظر ہوتے ہیں۔

(الف) خالی الذہن و ناواقف مخاطب کو تردد (تردد و شک والے) کے درجہ میں مان لینا۔ اس بنا پر کہ گذشتہ کلام میں خبر کی طرف اشارہ کرنے والی کوئی چیز گزر چکی ہے اور مخاطب کے حال سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسے اس کے حق میں تردد ہے، جیسے ارشاد باری: **إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالشُّوْعِ** مخاطب کا ذہن اس حکم سے خالی تھا پھر بھی اس اسلوب میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے اس لئے کہ اس سے پہلے کے جملے میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے یعنی **"وَمَا أَبْرَىٰ نَفْسِي"** لہذا مخاطب کو اس سائل کے درجہ میں مان کر جسے تردد ہو، آگے اس حکم کو صراحتاً دہرایا گیا۔

(ب) غیر منکر کو منکر کا درجہ دینا۔ یعنی مخاطب ایک امر کا منکر نہیں ہے

لیکن اس کے اندر بظاہر انکار کی علامات پائی جا رہی ہیں، اس لئے اسے منکران کر "خبر انکاری" کا استعمال کیا جائے، جیسے ارشاد باری: —
 ثم انکم بعد ذلک لمیتون و تاکید کا یہ اسلوب و انداز انکار کے موقع پر ہی اختیار کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر اس کے مخاطب کفار، اگرچہ اس واقعہ یعنی موت کے حقیقت منکر نہیں تھے مگر دنیا سے ان کا تعلق اس انداز کا تھا کہ جس سے انکار ظاہر ہوتا تھا تو ان کے لئے اس مضمون کو "اسلوب انکاری و خبر انکاری" کی صورت میں ذکر کیا گیا۔

(ج) منکر کو غیر منکر کا درجہ دینا۔ یعنی ایک شخص کسی امر کا منکر ہے، مگر اسے غیر منکر قرار دیا جائے، اس لئے کہ اس کے سامنے اس امر سے متعلق ایسے شواہد و دلائل موجود ہوں کہ اس کے لئے اس امر سے انکار کی کوئی گنجائش نہ ہو جیسے ارشاد باری: — "الھکمالہ واحد" مضمون نہایت اہم، اور خطاب اہل شرک و کفر سے جو کہ وحدانیت کے منکر اعظم تھے بلکہ اس انکار کے علمبردار تھے مگر ان کے لئے اسلوب "خبر ابتدائی" کا اختیار کیا گیا، محض اس وجہ سے کہ عالم میں ہر چہ اظہر و حدانیت کے دلائل و شواہد بکھرے پڑے ہیں، اگر یہ لوگ ان پر غور و فکر کرتے تو کبھی شرک و کفر میں نہ پڑتے، اس لئے ان کے منکر ہونے کے باوجود غیر منکروں کے اسلوب میں ان سے بات کی گئی ہے کہ یہ تو کھلی ہوئی حقیقت ہے۔

سَوَالَات

- (۱) خبر کی عمومی اغراض کتنی ہوتی ہیں اور کیا کیا؟ (۲) فائدۃ الخیر اور لازم الفائدہ کے کہتے ہیں؟
 (۳) خبر کی دیگر اغراض کیا کیا ہوتی ہیں؟ (۴) خبر کے مقتضائے حال کے مطابق ہونے نہ ہونے
 کا کتنی صورتیں ہیں (۵) عدم موافقت کی صورتوں کی کیا بنیاد ہوتی ہے، مثالوں سے سمجھائیے۔
 (۶) امثلہ ذیل میں اغراض کا نشانہ ہی کیجئے۔

۱۔ ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل

۲۔ انت تعمل فی حد یقتک کل یوم

۳۔ و مکاری عدد النجوم ومنزلی ماوی الکرام ومنزل الاضیاء

(۷) امثلہ ذیل میں عدم موافقت کی صورت اور بنیاد کی نشانہ ہی کیجئے:

۱۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شیء عظیم

۲۔ جو شخص والدین کا طمع نہ ہو اس سے کہنا: اِنِّ بَرَّ الْوَالِدَیْنِ لَوَاجِبٌ

۳۔ ظالم شخص سے کہنا: اِنِّ اللّٰهَ لَطَلِیْعٌ عَلٰی اَفْعَالِ الْبِلَادِ

۴۔ جہل کی معرفت کے مکر سے کہنا: الْجَهْلُ ضَارٌّ

مسند الیہ کے احوال

(۱)

مسند مسند الیہ جو کہ ”خبر“ کے بنیادی اجزاء ترکیبیہ ہیں، ان پر مختلف احوال طاری ہوتے ہیں، کبھی ان کا حذوت مناسب ہوتا ہے اور کبھی ذکر کہیں معرّفہ لانا، فوائد کا باعث ہوتا ہے اور کہیں نکرہ لانا، اگرچہ اس انداز کے امور کے فوائد آگے کے صفحات میں آئے، والے ہیں مگر اس موقع پر خاص طور سے ”مسند مسند الیہ“ کی نسبت سے ان کے فوائد کا ذکر مقصود ہے، اس لئے کہ مسند مسند الیہ خبر کے ارکان ہیں۔

احوال مسند الیہ

۱۔ تعریف

(یعنی معرّفہ لانا) چونکہ معرفہ کی سات اقسام ہیں اور مسند مسند الیہ ان اقسام میں سے کسی بھی قسم کے ہو سکتے ہیں، اور ان اقسام کے بعض فوائد اگرچہ مشترک بھی ہیں لیکن بعض جداگانہ ہیں اس لئے ہر ایک کے فوائد علیحدہ علیحدہ بیان کیے جاتے ہیں: —

(الف) ضمیر: تکلم خطاب، غیبت کے مواقع پر اختصار سے کام لینا کہ کلام میں اکثر و بیشتر ایک ہی لفظ مثلاً متکلم یا فاعل کے نام کو بار بار ذکر

کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور بار بار نام لینے سے کلام میں طول بھی پیدا ہوتا ہے اور اکثاہٹ بھی، ضمیر میں اسی طول و اکثاہٹ سے پچانے کا کام کرتی ہیں، اور بعض مرتبہ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ چند حروف پر مشتمل ضمیر متعدد کلمات بلکہ متعدد جملوں پر مشتمل کلام پر دلالت کرتی ہے۔

(ب) علم: آغاز گفتگو میں مخاطب کے ذہن کے اندر مسند الیہ کو مستحضر کرانا، مثلاً زید آیا، یا تعظیم جیسے رجب علی سے اہانت و تحقیر جیسے ہرب عمرو، یا تلذذ کسی کے ذکر سے لذت حاصل کرنا، جیسے محبوب کا نام لینا، یا تبرک، برکت حاصل کرنے کے لیے کسی کا نام لینا جیسے اللہ تعالیٰ کا نام لینا، یا مسند الیہ کے ساتھ مخصوص کسی وصف سے کنایہ کرنا، مثلاً "ابولہب" سے "جنمی" اور "فرعون" سے "سرکش و جابر" مراد لینا۔

(ج) اسم اشارہ: یا کسی شے و شخص کو غیر سے ممتاز کرنا، جیسے کسی شے مقصود کی طرف اشارہ کرنا جبکہ وہ سامنے ہو اور اس کی جیسی دوسری چیزیں بھی اس پاس موجود ہوں۔ یا مسند الیہ کے قرب یا دوری یا مسافت کے توسط پر تنبیہ کرنا جیسے "ہذا زید" جبکہ زید قریب ہو "ذالک زید" جبکہ زید کئی دوری درمیانی ہو، "ذلک زید" جبکہ زید کافی دور ہو یا مخاطب کی کند ذہنی سے تعریف کرنا جیسے کسی معروف و معلوم شخص کا نام لینے کے موقع پر اسم اشارہ کو لانا، گویا کہ مخاطب اس کو جانتا ہی نہیں، یا وہ ضمیر کی طرح تعظیم و تحقیر وغیرہ کا بھی نام نہ دیتا ہے، جیسے

ذلک الکتاب قرآن کریم کے لئے کہا گیا ہے، تعظیم کے لئے ہے اور کسی قریب شخص کے لئے ذلک اللعین کنا۔ بلا اظہار تعجب، جیسے
 ع هذا الذی ترک اولادہام حائرة رہی ہے جس نے عقلوں کو حیران کر رکھا
 یہ مسند الیہ کی جانب مخاطب کی پوری توجہ مبذول کرانا، جیسے فرزدق کا شعر
 حضرت زین العابدین کے متعلق ۵

هذا الذی تعرف البطحاء ووطأتہ

(سرزمین نکد) (پال)

والبیت يعرفه والحیل والحرم

یہ اسم اشارہ سے پہلے جو اوصاف مذکور ہوں، ان کی وجہ سے بعد کے حکم کے
 استحقاق کا بیان جیسے: اولئک علیٰ ہدیٰ من ربہم وأولئک
 ہم المفلحون، کہ اس آیت میں اس اشارہ اولئک کے ذریعہ پہلے جو
 اوصاف مذکور ہیں الذین یومنون بالغیب سے لے کر وبالآخرۃ
 ہم یوقنون تک، ان کی وجہ سے بعد کے حکم کا استحقاق بیان کیا
 جا رہا ہے یعنی ایسے اوصاف کے حامل لوگوں کے لئے ہدایت پر ہونا، اور
 کامیابی کا حاصل کرنا بیان کیا جا رہا ہے۔

(۵) اہم موصول: مخاطب کے ذہن میں مسند الیہ کا استحضار جبکہ
 مخاطب مسند الیہ کی بابت اس حال کے علاوہ کسی دوسرے حال سے
 واقف نہ ہو جسے صلہ کے طور پر ذکر کیا جائے۔ یہ نام لینے سے احتراز
 جبکہ کسی وجہ سے نام لینے کو برا سمجھا جائے۔ یہ کسی چیز کے اثبات
 میں ناکید و مبالغہ جیسے: وراودتہ النیٰ ہوفی بیتہا، اس آیت

میں جو موصول وصلہ لایا گیا ہے تو اس سے مقصود حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت میں مبالغہ ہے، ۴۔ غیر مخاطب سے کسی امر کا اخفاء اور اس میں دو صورتیں ہوتی ہیں۔ کبھی تو متعلق شخص کا اخفاء مقصود ہوتا ہے جیسے :
 جاء الذی كنت تنتظره میں، اور کبھی متعلقہ معاملہ یا شے کا اخفاء مقصود ہوتا ہے جیسے : وجدت ما كنت اطلبہ ۵۔ تعظیم جیسے
 انّ الذی سمع السماء ۶۔ کسی چیز کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا خواہ عظمت کے لئے جیسے فغشهم من الیوم ما غشیهم (بند کرنا) (دعا ماننا) (ریا)
 یا حقارت کے طور پر جیسے من لمدیدہ حقیقۃ الحال قال ما قال۔
 ۷۔ غلطی پر تنبیہ جیسے : انّ الذی تراہ صدیقک عدوّک۔

۸۔ خبر کی علت بیان کرنا جیسے ان الذی فعل کذا فله کذا
 (۸) مَعْرِفٌ بِاللّٰمِ :- ۱۔ معهود متعین شخص و شے کی طرف اشارہ۔ خواہ پہلے سے ذکر کی وجہ سے متعین ہو یا علم کی وجہ سے ہو، جیسے :- اذ یبایعونک تحت الشجرة میں "الشجرة" کا ذکر پہلے نہیں آیا، مگر مخاطب کو علم تھا، ایک صورت یہ ہے کہ ہر موقع موجود ہونے کی وجہ سے ایسا کیا جائے جیسے "الیوم اکملت لکم دینکم میں" "الیوم" سے خاص دن مراد ہے جو کہ بوقت کلام موجود ہے۔ یہ عہد اول و دوم میں "عہد خارجی" اور آخری میں "عہد حضوری" ہے۔

۲۔ جنس و نفس حقیقت کی طرف اشارہ جیسے : الإنسان حیوان ناطق
 اس میں "ال" جنسی ہے۔ ۳۔ کلیت کی طرف اشارہ جیسے انّ الانسان

لفی خسر اس میں "ال" استفراق کا ہے اس لئے سارے انسانوں کو
 مثال ہے۔ یہ کبھی متعین جنس کا فرد غیر متعین مراد ہوتا ہے، جیسے
 ولقد امتز علی اللیثم یسبنی کہ اس میں اللیثم جنس کا فرد غیر متعین
 (کنینہ) (کہنا) مراد ہے۔ اس صورت میں "ال" عمد ذہنی کا کہلاتا ہے۔

(۵) اضافت : بتعریف و تخصیص جیسے کتاب سیبویہ کتاب رجل۔

یا اختصار جیسے ع۔ ہواى مع الרכب الیانیین مصعد
 (محبوبہ) (تافذ) (جانا، بلند کی پرچٹھنا)

اس میں ہواى کو ہوالذی کی جگہ لایا گیا ہے۔ یہ چند چیزوں کی آپس
 میں تقدیم و تاخیر سے بچنا، جیسے حضراء الجند الگ الگ نام لیکر
 ذکر کرنے کے بجائے "امراء الجند" کی تعبیر اختیار کرنے میں یہ فائدہ ہوا
 کہ سب کی اجمالاً حاضری کا ذکر ہو گیا۔ اس سے قطع نظر کہ ساتھ ساتھ آئے
 یا آگے پیچھے۔ یہ تعظیم مضان کی جیسے کتاب السلطان یا مضان الیہ
 کی تعظیم جیسے "خادمی" کہ متکلم نے اپنے خادم کا ذکر کر کے اپنے پاس
 خادم کے ہونے کو ثابت و ظاہر کیا ہے اور اس سے اپنی عزت جتائی و بتائی
 ہے۔ یہ علیحدہ علیحدہ شمار کی زحمت سے بچنا، جیسے اجمع اهل الحق
 علی کذا کہنا، بجائے ہر ہر ایک کا الگ الگ نام لینے کے۔ یہ تحقیر
 خواہ مضان کی ہو جیسے ابن اللص یا مضان الیہ کی جیسے اللص رفیق هذا
 (پھر) (سنا) منادی : بتعریف جیسے یا رجل یافتی وغیرہ، نیز در
 اغراض و فوائد جو "انشاء" کے بیان میں آئیں گے۔

سوالات

- (۱) ضمیر کے فوائد بیان کیجئے۔ (۲) علم کے فوائد کیا ہیں؟ (۳) لفظ "نمزد" سے اگر سرکش مراد لیں تو کس فائدہ کو متضمن ہوگا؟ (۴) اسم اشارہ کے کتنے فوائد ہیں اور کیا کیا؟ (۵) اسم موصول کے فوائد بتائیے۔ (۶) غیر مخاطب سے اخبار معالجہ کی کتنی صورتیں ہیں؟ (۷) معرف باللام کے فوائد شمار کرائیے (۸) عہد کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ عہد خارجی اور عہد ذہنی میں کیا فرق ہے؟ (۹) اضافت کے فوائد بتائیے۔ (۱۰) مثلہ ذیل میں فوائد کی نشاندہی کیجئے:-

یا عہدی یا ان ملک بلادنا ابی یرتبرک الذی بیدہ الملك

مسند الیہ کے احوال

(۲)

۲۔ تنکیر

یعنی نکرہ لانا، مسند الیہ کے نکرہ ہونے کے بھی بہت سے فوائد ہیں، مثلاً ۱۔ افراد یعنی کسی حکم کی نسبت میں مسند الیہ کی تنہائی و اکیلے پن کو بتانا:— جیسے جاء رجل (ایک آدمی آیا) ۲۔ نوعیت، یعنی کسی شے کی نوع و قسم کو بیان کرنا جیسے علی ابصارہم غشاوة (ان کی آنکھوں پر ایک خاص قسم کا پردہ ہے) ۳۔ تعظیم گزشتہ مثال تعظیم کی بھی ہو سکتی ہے۔ ۴۔ تحقیر، پہلی مثال اس کی بھی ہو سکتی ہے۔ ۵۔ تکثیر، یعنی کثرت کو بتانا جیسے: لفلان مال ای مال کثیر (بہت ثقلیل، کسی چیز کی کمی کو بتانا جیسے: رضوان من اللہ اکبر (اللہ کی تعویذ رضا بھی بہت بڑی چیز ہے) ۶۔ عدم تعین، جیسے: اهل ہنا رجل، ۷۔ اخفاء معالہ جیسے قال رجل یا وجدت شیئاً جبکہ شخص مذکور یا شے مذکور کا اظہار کسی وجہ سے مناسب نہ سمجھا جائے۔ ۸۔ نفی کے بعد عموم جیسے مالکم من ال (تمہارے لئے کوئی عبود نہیں) ۹۔ اثبات کے بعد عموم جیسے علمت کل نفس

۳۔ توابع

(الف) وصف: ۱۔ تخصیص و تمیز، جیسے: حضد علی الکاتب ۲۔ تاکید جیسے تلك عشرة كاملة۔ ۳۔ مدح و ذم، جیسے: رجل صالح

اور جل طالع: روح کشف و بیان جبکہ صفت موصوف کے معنی و مصداق کی وضاحت کرے، جیسے الجسد الطویل العریض العمیق۔ الجسم کے بعد کے تینوں الفاظ دراصل جسم کی حقیقت و مفہوم کو واضح کر دیتے ہیں اسلئے کہ "جسم" ہر وہ شے کہلاتی ہے جو کہ طول، عرض، عمق رکھتی ہو۔
 تنبیہ: انہیں مذکورہ فوائد کی بنا پر صفت کے لئے مختلف اقسام و تعبیرات ذکر کی جاتی ہیں۔ اول کو "محفصہ" دوم کو "موکدہ" سوم کو "مادہ و ذائشہ" چہارم کو کاشف اور موضحہ و بینہ بھی کہتے ہیں۔

(ب) تاکید: اثبات و توضیح جیسے جاء زید زیداً یا مجازہ کے توہم کو دور کرنا، جیسے ذہبت بنفسی (میں خود گیا) یعنی اپنے کسی متعلق کے جانے کو "ذہبت" سے تعبیر نہیں کیا گیا ہے۔ اسی وہم کو یہاں "بنفسی" سے دور کیا گیا ہے۔ یہ سہو کے توہم کو دور کرنا، مثال اول اس کی بھی بن سکتی ہے۔ یہ عدم شمول کے توہم کو دور کرنا، جیسے "جاء القوم کلہم" میں کلہم سے یہ بتایا گیا ہے کہ آنے میں پوری قوم شریک ہے۔

(ج) عطف بیان: یا محض توضیح جیسے اقسم بالله ابو حفص عمرؓ روح کے ساتھ توضیح جیسے جعل الله الکعبۃ البیت الحرام میں البیت الحرام سے دونوں فائزے حاصل ہو رہے ہیں، روح کا بھی اور توضیح کا بھی۔

(د) بدل: یا زیادتی تقریر و اثبات یعنی کسی حکم کے ثبوت کو اہتمام سے

بیان کرنا، جیسے جاء زید اخوک

- (۵) عطفت نسق : برا اختصار کے ساتھ تفصیل جیسے جاء زید وعمر
 کہ اس میں زید و عمروں کے آنے کو بیان کیا گیا ہے مگر تقدم و تاخر اور معیت
 وغیرہ کی تفصیل کے بغیر ۲ غلطی کو بتا کر صحیح بات کی طرف لانا جیسے جاء عمرو
 لا بکر ۳ کسی حکم کو ایک سے دوسرے کی طرف پھیرنا جیسے جاء زید بل عمرو
 کہ پہلے زید کا آنا بیان کیا گیا ہے پھر اس کی جگہ عمرو کا، ۴ مخاطبہ کو تکرار میں
 ڈالنا جیسے جاء زید او عمرو ۵ منکلم کا شک میں ہونا، مذکورہ مثال
 اس کی بھی ہو سکتی ہے۔ ۶ ابہام، انا او ایا کہ لعلی ہدی اونی
 ضلال ۷ تلافی مافات جیسے جاء القوم لکن عمرو لم یجئ
 (۸) ضمیر فصل : برا تخصیص و تاکید جیسے زید هو القائد (زید ہوا کمانڈر ہے)
 ۹ صفت و خبر میں تمیز جیسے مذکورہ مثال جبکہ خبر معروفہ ہو۔

سوالات

- (۱) تنکیر کے فوائد کتنے ہیں اور کیا کیا ؟ (۲) تعلیل و تخییر میں کیا فرق ہے ؟ (۳) تنکیر و تعظیم میں
 کیا فرق ہے ؟ (۴) وصف کے فوائد بتائیے (۵) تاکید کے کتنے فوائد ہیں ؟ (۶) عطفت بیان
 کے فوائد ذکر کیجئے۔ (۷) بدل و عطفت نسق کے فوائد بیان کیجئے (۸) ضمیر فصل کس لیے آیا کرتی ہے ؟

مسند کے احوال

۱۔ تعریف : ہا صر جیسے زید ہو القائم اور القائم زید وغیرہ

۲۔ تنکیر : ہا عدم صر جیسے القائم رجل زید قائم

۳۔ افراد : (یعنی مفرد ہونا، جملہ نہ ہونا) ہا غیر سببی ہونا، جس کا مطلب یہ ہے کہ خبر ایسی ہو کہ خود اس کے مبتدا سے اس کا صدور ہو رہا ہو جیسے زید قائم

اور سببی کا مطلب ہے کہ خود مبتدا سے اس کا صدور نہ ہو جیسے زید ابوہ قائم

کہ اس مثال میں مذکورہ قیام کا صدور زید سے نہیں بلکہ اس کے والد سے ہے

۴۔ حکم کی عدم تقویت یعنی قوت کے ساتھ حکم کو ثابت نہ کرنا، اسناد کے مکرر نہ

ہونے کی وجہ سے جیسے زید قائم برخلاف زید قائم کے کہ اس

مثال میں تقویت حکم کا یہ سبب موجود ہے کہ اسناد مکرر ہے ایک زید اور

قام کے درمیان ہے مبتدا و خبر ہونے کی بنا پر اور دوسری اسناد خود قائم کے

اندر ہے اس کے اندر پوشیدہ ضمیر فاعل کی نسبت سے۔

۵۔ جملہ ہونا : ہا خبر کا سببی ہونا، جیسے زید قائم ابوہ ۲ تقویت حکم کا افادہ

جیسے زید قائم تو صیغہ اوپر گزر چکی ہے۔

۶۔ فعل ہونا : ہا مسند کو تینوں زبانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص کرنا

جیسے زید ضرب، زید یضرب اور زید سیضرب، ۲ تہجد و

حدوث یعنی مدلول کے عدم سے وجود میں آنے یا برابر ہوتے رہنے

کو بتانا جیسے "زید قائم" میں حدوث ہے کہ یہ اسی موقع پر بولا جائیگا جبکہ زید کسی دوسری حالت سے قیام کی حالت میں آیا ہو۔ ایسے ہی "زید یقوم" زمانہ حال میں قیام کے وجود کو بتا رہا ہے اور "زید یأتی" کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "زید آتا رہتا ہے" تو یہ "تجدد" ہوگا کہ اس سے برابر اس فعل کا پایا جانا سمجھا جا رہا ہے۔

۶۔ اضم ہونا : ماضی کا کسی زمانے کے ساتھ خاص نہ ہونا یعنی استمرار و دوام کو بتانا۔

تنبیہ (۱) یہ عمومی فوائد ذکر کیے گئے ہیں، کبھی ان میں کچھ رد و بدل بھی ہو جاتا ہے مثلاً تکلم، خطاب، غیبت، ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ ضمیمے متعین ہیں مگر کبھی ایک کے موقع پر دوسرے کو استعمال کر لیتے ہیں حتیٰ کہ ایک سلسلہ کلام میں بھی۔

تنبیہ (۲) جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ عمومی فوائد ہیں یعنی اکثر و بیشتر پائے جانے والے، ان کے علاوہ اور بھی فوائد و اصول ہیں جو بلاغت کی مفصل کتابوں میں مذکور ہیں۔ بعض چیزیں آئندہ فصلوں میں آنے والی اباحت کے تحت آ رہی ہیں۔ مثلاً ذکر و حذو، تقدیم و تاخیر وغیرہ کے تحت۔ بعض چیزیں اس سلسلہ کی "علم نحو" میں بھی آتی ہیں اس لئے کہ علم نحو میں اعرابی بحثوں کے علاوہ جو مباحث و فوائد آتے ہیں وہ اسی قبیل کے ہیں۔

سوالات

- (۱) مسند کے لئے تعریف کے فوائد بتائیے (۲) تنکیر کے فوائد کیا ہوتے ہیں؟ (۳) انشاء کب ہوتا ہے اور کیوں؟ (۴) خبر جملہ کب ہوتی ہے اور کیوں؟ (۵) فعل کے کیا فوائد ہیں (۶) اسم کے کتنے فوائد ہیں اور کیا کیا؟ (۷) کیا مذکورہ تفصیلات میں ہی فوائد و اصول کا انحصار ہے؟ (۸) کیا کبھی ان فوائد میں تخلف بھی ہوتا ہے۔؟

انشاء

۱۔ تعریف: انشاء وہ کلام ہے جو صدق و کذب کا محتمل نہ ہو اور جس کے قائل کو صادق یا کاذب نہ کہا جاسکے۔

۲۔ اقسام: دو ہیں (الف) غیر طلبی (ب) طلبی
(الف) انشاء غیر طلبی

۱۔ تعریف: وہ کلام انشائی جو کسی امر کا تقاضا طلب نہ کرے
۲۔ اقسام: اس کی چھ اقسام ہیں: تعجب، مدح، ذم، قسم، افعال
رجاء، عقود۔

افعال رجاء سے مراد وہ افعال ہیں جو کہ توقع و امید کے معنی دیتے ہیں اور عقود وہ کلمات ہیں جو خرید و فروخت وغیرہ کا معاملہ کرنے والوں کے درمیان معاملہ کو مکمل کرنے کی غرض سے استعمال ہوتے ہیں۔

۳۔ تنبیہ: چونکہ مذکورہ انواع و اصول کا علم معانی کی بحث سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے اس لئے ان سے متعلق مباحث بلاغت کی کتابوں میں ذکر نہیں کئے جاتے

(ب) انشاء طلبی

۱۔ تعریف: وہ کلام انشائی ہے جس کے ذریعہ کسی ایسے امر کو طلب کیا جائے جو بوقت طلب موجود و حاصل نہ ہو۔

۲۔ اقسام: انشا طلبی کی پانچ اقسام ہیں: امر، نہی، استفہام، تنبیہ اور ترجیح۔

(الف) امر

۱۔ تعریف: استعلا و برتری کی بنیاد پر مخاطب سے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کرنا
۲۔ توضیح: امر کا حاصل یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کسی کام کا مطالبہ
اس طور پر کرے کہ اس مطالبہ میں بڑائی و برتری کا دخل ہو، خواہ یہ برتری واقعی
اور حقیقی ہو یا یہ کہ کہنے والا خود اس کا احساس و خیال رکھتا ہو، اور واقعی و حقیقی
ہونے میں خواہ عمر کی بنا پر ہو یا مرتبہ و کمال کی وجہ سے ہو۔

۳۔ صیغہ: امر کے صیغے یعنی وہ کلمات جن سے اس مراد کو ظاہر کیا جاتا ہے
چار ہیں: (۱) امر حاضر (۲) امر غائب (۳) اسم فعل جو کہ امر کے
معنی میں ہو (۴) مصدر جو کہ فعل امر کا نائب ہو جیسے سعيًا فی الخیر
بمعنی اسع فی الخیر اور قرآن مجید میں ہے فَضْرَبِ الْيَرْقَابَ اِی
فاضربوا رقابہم۔

۴۔ امر کے دیگر معانی: کبھی امر اپنے اصل مفہوم کے علاوہ بطور مجاز
دوسرے معانی بھی ادا کرتا ہے۔ یہ معانی سیاق کلام اور خارجی قرآن
پر موقوف ہوتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) دُعاء و عرض: جبکہ کوئی چھوٹا اپنے بڑے سے مخاطب ہو کر کسی
کام کا سوال کرے۔

(ب) التماس: جبکہ ایک ہم پلہ دہم عمر دوسرے ہم پلہ دہم عمر سے کسی

کام کے کرنے کا سوال کرے۔

(ج) ارشاد: جبکہ حکم دینے و مطالبہ کی بنیاد محض مخاطب کے دنیوی و ذاتی مصالح ہوں، دینی مصالح سے ان کا کوئی خاص تعلق نہ ہو۔

(د) جیسے: یا ایہا الذین امنوا اذا قدامکم بدین الی اجل مستمٰی فاكتبوه (اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو اذکار کا ایک میعاد معین تک۔ تو اس کو لکھ لیا کرو)

اس میں لکھنے کا حکم محض ہمارے دنیوی منافع کے لئے ہے اس لئے "ارشاد" ہے۔

(ه) تمنا: امر کا استعمال محض اظہار تمنا کے لئے ہو جیسے

الا یا ایہا اللیل الطویل الا انجلی
سُن اے لمبی رات اب تو ختم ہو جا
بصبح وما الا صباح منك بامثل
صبح کے ذریعہ اور صبح بھی تو تجھ سے بہتر نہیں ہے

اس میں "انجلی" فعل امر ہے مگر اس سے امر کی حقیقت مقصود نہیں ہے اسلئے کہ مخاطب "لیل" ہے اور اس کو مکلف نہیں بنایا جاسکتا، بلکہ یہاں محض تمنا کا اظہار پیش نظر ہے۔

(و) تنخیر: دو امور کے درمیان اختیار کا بیان جیسے

فمن شاء فلیجعل ومن شاء فلیجحد
(سخاوت کرنا)

کفانی ندا کم عن جمیع المطالب
(سخاوت)

اس شعر میں امر کے صیغے صرف اختیار کو بتا رہے ہیں تکلیف و طلب کو نہیں
(منا) تسویہ، دو امور کے درمیان برابری کا بیان جیسے ۵

عش عزیزاً اومت وانت کریم
بین طعن القنا وخفق السنود
(نیزوں کا مار) (بھنڈوں کی حرکت)

اس میں دونوں امر "عش و مت" اپنے اپنے مفہیم کے درمیان سادہ
پر دلالت کر رہے ہیں۔

(ج) تعجین: مخاطب کے عجز کو ظاہر کرنا جیسے ۵

ارونی بخيلاً طال عمره ببغله
(رکھاؤ)
وهاتوا كريمات من كثرة البذل
(لاؤ) (خرچ)

اس شعر میں مخاطب سے جو مطالبہ ہے وہ محض یہ بتانے کے لئے ہے
کہ مخاطب اس سے عاجز ہے۔

(ط) قہدید: یعنی ڈرانا دھمکانا جیسے ۵

اذالم تخش عاقبة الليالي
ولم تستع فاصنع ما تشاء

اس میں امر "فاصنع" محض دھمکی کے طور پر ہے۔

(ی) اباحت: جیسے فرمان باری تعالیٰ کُلوْا و اشْرَبُوا

(ک) استبشار: یعنی خوشخبری سنانا جیسے فاستبشروا ببيعكم
(خوش ہو جاؤ اپنی بیع پر)

(۱) ایذاء: یعنی مخاطب کو تکلیف پہنچانا اور اس کے رنج و الم کو بڑھانا، جیسے قیامت کے موقع پر جہنمیوں سے کہا جانے والا جملہ:
فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ

سَوَالَات

- (۱) انشاء کی تعریف و اقسام بتائیے (۲) انشاء و غیر طلبی کی تعریف و اقسام بیان کیجئے
(۳) انشاء و طلبی کی تعریف کیا ہے اور اس کی کتنی انواع ہیں؟ (۴) امر کی تعریف کیجئے اور
اس کے صیغے بتائیے (۵) امر کے مجازی معانی کتنے آتے ہیں اور کیا کیا؟ (۶) ارشاد اور التماس
کیا مطلب ہے؟ (۷) درج ذیل امثله میں امر کے صیغوں کی نشان دہی کیجئے: —

يَا عَلِيَّكُمْ اَنْفُسَكُمْ

يَا بِاَلْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

يَا فَصْبِرْ اِنِّي مَجَالُ الْمَوْتِ صَبْرًا فَمَا نِيلَ الْخُلُودِ بِمُسْتَطَاعِ
(میدان و موقع) حصولِ دوام قدرت میں

- (۸) درج ذیل امثله میں امر کے مجازی معانی کی نشاندہی کیجئے: —

يَا كَذِبًا فليس من طلب الاعادي ومثل سراك فليكن الطلاب
(چلنا) (دشمنوں) (چلنا) (طلب)

يَا اَزِلْ حَسَدَ الْحَسَادِ عَنِّي بَكَيْتِهِمْ فَاَنْتَ الَّذِي صَبَرْتَ هَدًى حَسَدًا
(رُسوا کرنا) (جدا کرنا) (جدا کرنے والا)

يَا قِفَا نَبِيَّيْ مِنْ ذِكْرِي جَنِيْبٍ وَمَنْزِلِ
(رکنا) (رونا) (یاد)

١٠٠ ارييني جواداً مات هزلاً

١٠١ فعش واحداً اوصل اخاك

١٠٢ تمتعوا فان مصيركم الى النار

١٠٣ اصبروا اولاً تصبروا

١٠٤ اعملوا ما شئتم

١٠٥ افعلا كل شئ الا النكاح

١٠٦ ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا

ہنی

۱۔ تعریف: استعلا و برتری کی بنیاد پر مخاطب سے کسی کام کے نہ کرنے کا مطالبہ کرنا۔

۲۔ صیغہ: ہنی کا صرف ایک استعمال ہوتا ہے یعنی فعل مضارع جو کہ "لا ہنی" کے ساتھ ہو۔

۳۔ دیگر معانی: "امر" کی طرح "ہنی" بھی قرآن کی بنا پر اپنے پہلی معنی کے بجائے دوسرے معانی پر دلالت کرتا ہے جو درج ذیل ہیں:-

(الف) دُعا: جبکہ چھوٹا بڑے سے مخاطب ہو جیسے رَبَّنَا لَا تَوَاخِذْنَا

(ب) التماس: جبکہ خطاب برابر والے سے ہو۔

(ج) تمنا: جیسے يَا لَيْلُ طُلُ يا نوم زُلُ (لہا ہوتا) (اور ہوتا)

یا صبح قَف لا تَطْلُع (غیر ہوتا)

اس میں "نہی" کا صیغہ "لا تَطْلُع" محض تمنا کے لئے ہے اس لئے کہ مخاطب غیر مکلف ہے۔

(د) تہدید: دھمکی جیسے خادم سے ناراض ہو کر کہنا: لَا تُطْعِ امْرِي (میرا کلمات اٹنا)

(ه) توبيخ: مخاطب کو سرزنش اور لعنت و ملامت کرنا جیسے

لَا تُنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِي مِثْلَهُ عَارٌ عَلَيْكَ اِذَا فَعَلْتَ عَظِيمًا (روکنا) (عادت)

اس میں "لایۃ" نہی کا صیغہ طاعت کے لئے لایا گیا ہے۔

(و) تینیس: مخاطب کو کسی چیز سے ایوس کرنا جیسے ۵

لَا تُعْرِضَنَّ لِجَعْفَرٍ مُّتَشَبِّهًا

جعفر کے سامنے ہرگز مت آؤ اس کے مشابہ بن کر

بندہ یَدَّیْنِہِ فَلَسْتَ مِنْ اِنْدَادِہِ

سختی میں اسلئے کہ تم اس کے ہم پایہ لوگوں میں سے نہیں ہو

اس میں "نہی" کے ذریعہ مخاطب کو جعفر کی برابری سے ایوس کرنا مقصود ہے

(ز) تحقیر: جیسے ۵

لَا تُشْتَرِ الْعَبْدُ إِلَّا وَالْعَصَامَہِ

ان العبید لا نجاسٌ منّا کید

(گندہ) (کہ نفع بخش)

(ح) ارشاد: جیسے ۵

لَا تَجْلِسْ اِلٰی اَہْلِ الدُّنَا

(مناہ گشتیا صفات والوں کے)

فَانْ خَلَا تُقِ السُّفْہَاءَ تُعَدِّی

(متدی ہوتی ہیں)

(مادات)

سوالات

(۱) نہی کی تعریف دھیضہ بتائیے۔ (۲) نہی کے مجازی معانی کتنے ہیں اور کیا کیا؟

(۳) امثلہ ذیل میں ان مجازی معانی کی نشاندہی کیجیے۔

۱۔ لا تقسدا فی الارض بعد اصلاحها

۲۔ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم

۳۔ لا تخلفن علی صدق ولا کذب فما یفیدک الا المأثم الخلف
(گناہ) (قسم کھانا)

۴۔ لا تخل من عیش یکسر وره ابداً و نوروز علیک معاد
(خیال کرنا) (زندگی کو کر تو میں گی اسکی خوشیاں)

۵۔ لا تطلبوا الحاجات فی غیر حینها ولا تطلبوها من غیر اهلها

۶۔ لا تطلبوا المجد ان المجد سلم صعب وعش مستر یحاف اعم البال
(عزت) (بیزاری) (دشوار گزار) (آرام سے غوش حال میں)

استفہام

۱۔ تعریف: کسی نامعلوم شے یا حالت کے متعلق واقفیت حاصل کرنا۔
 ۲۔ الفاظ استفہام: بہت سے ہیں، جو کہ حسب موقع فعل یا اسم یا حرف تینوں ہی ہوتے ہیں، لیکن ادوات و کلمات استفہام کے عنوان سے اس معنی کا فائدہ دینے والے اسماء و حروف کو ہی ذکر کیا جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی معنوی خصوصیات ہیں مگر استفہام کا مفہوم سب میں قدر مشترک ہے، یہ تعداد میں کل گیارہ ہیں: ——— ھمزہ۔ ھل۔ مَن۔ مَّا۔ مَتٰی۔ اِیَّان۔ اِیْن۔ کِیْف۔ اُنّی۔ کَہ۔ اَیّ۔

(الف) ھمزہ: دو معانی کے لئے آتا ہے، (۱) تصور (۲) تصدیق
 ۱۔ تصور: کا مطلب ہے مفردات کا علم، یعنی افراد و اشیاء کا الگ الگ ایسا اس وقت ہوتا ہے جبکہ سائل کو نفس واقعہ کا علم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس واقعہ کا تعلق فلاں فلاں اشخاص یا اشیاء میں سے کسی ایک سے ہے لیکن وہ کون ہے اُس کو اس کا علم نہیں ہوتا، تو وہ "ھمزہ" کو استعمال کر کے اس کے تعین کا طالب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا جواب تعین کے ساتھ دیا جاتا ہے مثلاً کسی نے کہا: اعلیٰ سافر ام خالد؟ سائل کو یہ علم ہے کہ علی یا خالد میں سے کسی ایک نے سفر کیا ہے؟ لیکن بالتعین سافر کون ہے اس کو علم نہیں تو وہ سوال کر کے تعین

چاہتا ہے، اس لئے جواب میں جو مسافر ہو اس کا نام لیا جائے گا "علیٰ" کہا جائے گا یا پھر "خالد" ایسے ہی اکتاباً اشتریت ام قلماء؟ سائل کو مخاطب کی خریداری کا علم ہے مگر کیا خرید ہے تعین کے لئے سوال کیا ہے۔

تنبیہات: (الف) اس صورت میں مسئل عنہ یعنی جس شخص و امر کے متعلق سوال مقصود ہوتا ہے اس کا تذکرہ ہمزہ کے بعد متصلاً ہوتا ہے جیسے مثال مذکور میں ہمزہ کے بعد علی و خالد کا تذکرہ ہے اس لئے مسئل عنہ یہی دونوں ہیں۔

(ب) اکثر مسئل عنہ کے ساتھ کسی معادل (ہمسر و مقابل) کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے ذکر سے پہلے "ام" لایا جاتا ہے اور اس موقع پر "ام" کو متصلاً کہا جاتا ہے، جیسے کہ مثال مذکورہ میں "علی" کا تذکرہ "ہمزہ" کے بعد ہے پھر "ام" کے بعد "خالد" کا ذکر ہے جو کہ "علی" کا معادل و مقابل ہے اور کبھی معادل کا تذکرہ نہیں کیا جاتا، جیسے "امافر" انت؟

(ج) مفرد جس کے متعلق ہمزہ کے ذریعہ سوال ہوتا ہے نحوی اعتبار سے اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں: — (۱) سند الیہ ہو جیسے مثال مذکور میں

(۲) سند ہو جیسے: "اراعب انت عن ذلك ام راعب فیہ" —

اس میں "راعب" سند ہے۔ (۳) مفعول یہ ہو جیسے اِیَّای تقصد

ام خالد؟ (۴) حال ہو، جیسے: اراکبا جئت ام ماشیا (۵) ظرف

ہو، جیسے: الیوم الخمیس قدمت ام یوم الجمعة اس کے علاوہ

دوسری صورتیں بھی نکلتی ہیں۔

۲۔ تصدیق: یعنی نسبت کا علم جس کا مطلب کسی فعل یا شبہ فعل کے فاعل یا یوں کہہ کر مسند و منوالیہ کے تعلق کا علم، ایسا اس وقت ہوتا ہے جبکہ نفس واقعہ کے متعلق سوال کیا جائے جیسے اسافر علی؟ سائل علی کے متعلق نفس واقعہ کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سوال کا جواب لفظ "نعم" یا لفظ "لا" سے دیا جاتا ہے۔

تنبیہ: ہمزہ جو کہ تصدیق کے لئے ہوتا ہے اس کے ساتھ معادل و مقابل کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسکے بعد وہ "ام" نہیں لایا جاتا جس کو متصل کہتے ہیں اور جو آتا ہے وہ "منقطعہ" کہلاتا ہے جو کہ لفظ "بل" کے معنی دیتا ہے اور ما قبل کے مضمون سے اعراض کو بتاتا ہے۔ جیسے: اسافر علی ام ذهب الی شغلہ و عملہ (ب) هل: محض تصدیق کے لئے آتا ہے جیسے هل جاء صدیقك؟ اس کے احکام ہمزہ تصدیق کے جیسے ہیں اور اس کی دو اقسام ہیں:

۱۔ بسیطہ ۲۔ مرکبہ

۱۔ هل بسیطہ: جس کے ذریعہ کسی شے کے وجود یا عدم کے متعلق سوال کیا جائے جیسے هل الانسان الکامل موجود؟ هل الغناء موجود؟

۲۔ هل مرکبہ: جس کے ذریعہ کسی شے کے کسی وصف کے ساتھ متصف ہونے یا نہ ہونے کی بابت سوال کیا جائے جیسے هل تبیض

العنقاء وتفرخ؟ هل النبات حساس؟

(ج) من: کے ذریعہ سائل عقلا کی تعیین چاہتا ہے۔ یعنی سائل کو

نفس واقعہ کا علم ہوتا ہے اور اس کا بھی کہ اس کا تعلق عقلا سے ہے
لیکن وہ کون ہے اس کا علم نہیں ہوتا، "من" کے ذریعہ وہ اس کی تعیین
کا طالب ہوتا ہے جیسے من فتح مصر؟ کہنے والا فتح مصر کے واقعہ کا
اور اس کا علم رکھتا ہے کہ صاحب واقعہ اہل عقل ہے، اس ذات سے
واقف ہوتا ہے۔

(د) ما: کے ذریعہ تین چیزوں کی بابت سوال کیا جاتا ہے:-

(۱) کسی لفظ کی شرح و معنی کا، جیسے ما المسجد؟ اور ما اللیث؟

(۲) کسی مستی کی حقیقت کا، جیسے ما الانسان؟

(۳) مسؤل عنہ کے حال کا، جیسے ما انت؟

اور کبھی من کی طرح اس سے بھی صاحب واقعہ کی تعیین مقصود
ہوتی ہے مگر جبکہ واقعہ کا تعلق غیر ذوی العقول سے ہو، جیسے

ما اشتریت؟

(ک) متی: کسی واقعہ کے زمانے کی تعیین کے لیے آتا ہے خواہ ماضی

ہو یا مستقبل جیسے متی تولی الخلافة عمر؟ متی يعود

المسافرون؟

(و) ایات: بھی زمانہ کی تعیین کے لیے آتا ہے مگر مستقبل کے ساتھ

خاص ہے نیز یہ کہ خوف کے موقع پر اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے

یسأل ایاں یوم القیامة؟

(رُ) این : مکان کی تعیین کے لئے آتا ہے، جیسے : این مذهب؟

(ح) کیف : حال کی تعیین کے لئے آتا ہے، جیسے : کیف انت؟

(ط) انی : تین معانی کے لئے آتا ہے، ۱۔ کیف کے معنی میں، جیسے

انی یحییٰ هذه الله بعد موتها من این کے معنی میں، جیسے

انی لك هذا منی کے معنی میں، جیسے انی تكون زیارة السیل؟

(ث) کم : عدد کی تعیین کے لئے آتا ہے، جیسے کم لبشتم؟

کم عبدًا استریت؟

(ل) ای : امر مبہم کی تعیین کے لئے آتا ہے، خواہ وہ از قبیل زمان و

مکان ہو یا از قبیل حال و عدد اور خواہ عاقل ہو یا غیر عاقل، وہ امر

مبہم کس قبیل کا ہے اس کی تعیین اس کے مضاف الیہ پر موقوف ہے

مضاف الیہ جس قبیل کا ہوگا، اسی کا مفعول بھی اسی قبیل کا ہوگا۔

تنبیہ (۲) ہمزہ وھل کے علاوہ باقی کلمات محض "تصور" کے لئے آتے

ہیں اس لئے ان سب کے جواب میں مسئل عنہ کی تعیین کی جاتی ہے۔

(۳) کلمات استفہام کے دیگر معانی : کبھی کبھی قرآن کی بنا پر

کلمات استفہام، استفہام کے اصل مفہوم کے علاوہ دیگر معانی بھی دیا

کرتے ہیں، جو درج ذیل ہیں :

(الف) نفی، جیسے هل الدھر الا غمرة (نہیں ہے زیادہ مگر ایک سیلاب)

(ب) انکار، جیسے : اغیر الله تدعون۔ اس میں غیر اللہ کی عبادت

پر انکار مقصود ہے۔

(ج) تقریریں: جیسے الست اعتہم جوذا؟ رکیا نہیں ہوں میں ان میں
سب زیادہ سخاوت والا) اس میں استفہام تقریر یعنی مخاطب کے مذکورہ مضمون کا
اقرار کرانے کے لئے ہے۔

(د) توبیخ: کسی امر پر سرزنش و عقاب جیسے الی ما الخلف بینکم
الی ما؟ (غلات و زری)

(ه) تعظیم: جیسے من للحافل والجحافل والشہری
(فوجیں) (رات کی پیش قدمی)

فقدت بفقدك نیرا لا یطلع
(کھڑا قوم نے) (ستارہ)

(و) تحقیق: جیسے من اية الطرق یأتی مثلك الکریم
(نشا) استبطاء: کسی کام میں تاخیر محسوس کرنا، جیسے: —
حتام ناری النجم
(کب تک) (ساتھ میں چلنا)

(ح) تعجب: جیسے ے آیت الدھر عندی کل بنت
(گدشتنا) (تمام معائب)
فکیف وصلت انت من الزحام

(ط) تسویہ: دواموں میں برابری کا بیان، جیسے: سَوَاءٌ عَلَیْهِمْ
أَعْنَدُوا لَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ
(درازا)

(ث) تشویق: (شرق و لا) جیسے: هل أدلکم علی تجارة
(پستہ بٹانا)

تنجیککم من عذاب الیم

(ق) نہی: جیسے: اتخشوہم فاللہ احق ان تخشوہ

(۱) تمنا جیسے فعل لسان سفعا، فیشفعوا لنا

سوالات

- (۱) استفہام کا کیا مطلب ہے؟ (۲) کلمات استفہام کتنے ہیں اور کیا کیا؟ (۳) ہمزہ کتنے معانی کے لئے آتا ہے اور تعداد تصدیق کا کیا مطلب ہے؟ (۴) ام کس کس ہمزہ کے بعد آتا ہے اور کیا کہلاتا ہے؟ متعدد منقطع میں کیا فرق ہے؟ (۵) هل کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ بسیطہ مرکبہ میں کیا فرق ہے؟ (۶) ما کتنے معانی کے لئے آتا ہے؟ (۷) متی اور ایاں کے درمیان کیا فرق ہے؟ (۸) انی کے معانی بتائیے (۹) استفہام کے دیگر معانی کیا ہوتے ہیں؟ (۱۰) مثلہ ذیل میں ان معانی کی تعیین کیجئے۔

۱۔ سواء علينا او عظمت امر لم تكن من الواعظين

۲۔ الم ربك فينا وليداً ۳۔ من ذا الذي يشفع عنده الا باذنه

۴۔ ما غرك يربك

(۱۱) مثلہ ذیل میں ہمزہ و ہل و آ کے معانی کی نشاندہی کیجئے۔

۱۔ اني الخريف يكثر البنفسج امر في الشتاء

۲۔ اريت الحريق؟ ۳۔ هل رأيت القطار

۴۔ أنت الذي انقذت الغريق ام مجيب؟ ۵۔ ما الكرى؟

۶۔ ما كتبت ۷۔ هل القاصد زيد

انشاء کی بقیہ اقسام

تمنّی - ترحّی - نداء

(الف) تمنّی

۱۔ تعریف: کسی ایسے امر محبوب کا طلب کرنا جس کے حصول کی امید نہ ہو
بر خواہ اس وجہ سے کہ وہ محال ہو جیسے لیت الشباب يعود بر خواہ اس وجہ
سے کہ ممکن ہونے کے باوجود کسی وجہ سے امید نہ کی جاسکتی ہو۔ موجودہ حال
کے پیش نظر بعید الوقوع ہو، جیسے کوئی تنگ دست کہے: — لیت لی

الف دینار؟

۲۔ الفاظ: تمنّا کے الفاظ چار ہیں: (الف) لیت اس کی وضع ہی اسی
معنی کے لئے ہوئی ہے (ب) هل (ج) لو (د) لعل۔ یہ
تینوں اصلاً دوسرے معانی کے لئے ہیں مگر مجازاً اس معنی میں استعمال
ہو جاتا ہے۔

۳۔ امثله: (الف) لیت الشباب يعود؟ (ب) هل لنا من
شفعاء (ج) لو ان لنا كثرۃ۔ (د) لعلی الی من قد هویئ
(کائن) (ایک مرتبہ پیر پٹنا) (رجت کرنا)

اطیر۔

۴۔ تنبیہات: (الف) هل و لعل کو اس معنی میں اس لئے

استعمال کرتے ہیں کہ مطلوب کے اشتیاق کی وجہ سے اس کو ممکن اور قریب
الحصول شے کی صورت میں پیش کیا جائے اور گو اس وجہ سے کہ مطلوب
کی لذت کو بتانا ہوتا ہے اس لئے کہ لو کے اصل معنی ایک چیز کے نہ ہونے
کی وجہ سے دوسرے کے نہ ہونے کو بتانا ہے۔

(ب) جب یہ کلمات تمنا کے لئے آئیں اور ان کے جواب میں یعنی ان سے متصل
اور ان پر مرتب ہو کر جملہ فعلیہ آئے جس میں فعل مضارع واقع ہو تو
اسے نصب دیا جاتا ہے جیسے لیتک تأتینی فأکریمک، هل
لنا من شفعاء فیشفعوا لنا، لو ان لنا کرة فنکون من
المومنین۔

(ب) ترجی

۱۔ تعریف: کسی ایسے پسندیدہ امر و شے کی طلب جس کے حصول کی امید ہو
۲۔ الفاظ: اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے روکھات استعمال ہوتے
ہیں (الف) عسی (ب) لعل

۳۔ امثله (الف) عسی الله ان یأتینی بهج جمیعاً
(ب) لعل الله یحدث بعد ذلک امرأ

۴۔ دیگر الفاظ: کبھی ترجی کے لئے لفظ "لیت" کو بھی مجازاً
استعمال کر لیتے ہیں اور یہ استعمال از روئے بلاغت ہوتا ہے۔
اس بنیاد پر کہ "مرجو" کو ایسی صورت میں پیش کیا جائے جس کا حصول

۵۔ مرجو، جس کی امید کی جاتی ہو۔ غیر مرجو، جس کی امید نہ ہو

”غیر مرجو“ ہو محض اس باب میں مبالغہ اور یہ بتانے کے لئے کہ وہ شے
مشکل سے حاصل ہوتی ہے، تو گویا کہ اس کے حصول کی امید ہی نہیں
کی جاسکتی۔

(ج) نداء

۱. تعریف: بعض مخصوص کلمات کے ذریعہ اپنی طرف کسی شخص کی آمد
کو طلب کرنا۔

۲. کلمات و امثله: نداء کے کلمات آئہ ہیں: یا۔ ہمزہ۔ ای۔
آ، آئی، ایا، ہیاء۔ وا۔ ان میں سے ہمزہ اور ای، قریب کے شخص
کو آواز دینے کے لئے اور باقی دو والے کے لئے استعمال ہوتے ہیں
جیسے آزیڈ کہیں گے جبکہ زید قریب ہو اور جب دور ہو تو یازید
کہیں گے۔

کبھی ان کو ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ بعید کے لئے
قریب کے کلمات کو دل سے قُرب کی بنا پر اور قریب کے لئے دُور
کے کلمات کو اغراض ذیل کی بنا پر: —

الف) علوم مرتبہ کی طرف اشارہ، جیسے غلام کا آقا کے سامنے کھڑے
ہو کر کہنا: ”ایا مولای“ رب) نقص مرتبہ کی طرف اشارہ، جیسے
ساتھ میں موجود شخص سے آیا ہذا ”کہنا۔ (ج) مخاطب کی غفلت
ذہنی کی طرف اشارہ کرنا یا غافل کو مخاطب کرنا۔

۳۔ دیگر معانی: کبھی کلمات نداء بھی قرآن کی بنا پر اپنے اصلی معانی

کے بجائے دوسرے معانی کو بتاتے ہیں اور ان کے لئے استعمال ہوتے ہیں مثلاً:

(الف) زجر: یعنی تنبیہ جیسے یا قلب و یحک

(ب) تحسّر: یعنی حسرت و تکلیف کا اظہار جیسے: ایا قبر معین

کیف و ارنیت جودہ
(جہانا) (سموات)

(ج) اغراء: یعنی کسی کام پر تخریص و ابھارنا جیسے ایا مظلوم قل

سَوَالَات

(۱) تمنیٰ کی تعریف کیجئے (۲) تمنیٰ کے کلمات کیا ہیں؟ ان میں اصل اور غیر اصل کون ہیں؟

(۳) کلمات تمنیٰ کے جواب میں آنے والے فعل مضارع کا کیا حکم ہے؟ (۴) ترجمہ کی تعریف و کلمات

کیا ہیں؟ (۵) نداء کے الفاظ کتنے ہیں اور کیا کیا اور ان کے استعمال میں کیا تفصیل ہے؟

(۶) کلمات نداء کے دیگر معانی کیا ہوتے ہیں؟ (۷) اشذ ذیل میں کلمات نداء کے مجازی معانی کی تعیین کیجئے۔

بَرِّ اَعْدَاءُ مَا لِلْعِيشِ بَعْدَكَ لَذَّةٌ وَلَا لَخْلِيلٍ بِهَجَةٍ بِخَلِيلٍ
(برائے اعداء)

بَرِّ دَعْوَتِكَ يَا بَنِي فَلَمَّ يَجِبْنِي فَرَدَّتْ دَعْوَتِي يَا سَأَ عَلِيَا

فصل دوم

قصر

۱۔ تعریف: ایک شے کا دوسری شے کے ساتھ کسی مخصوص انداز میں خاص کرنا
 ۱۔ ارکان: قصر کے دو ہیں: (الف) مقصور (ب) مقصور علیہ
 (الف) مقصور، جس کو خاص کیا جائے۔

(ب) مقصور علیہ: جس کے ساتھ خاص کیا جائے۔

۳۔ طرق قصر: قصر کے چار طریقے ہیں، ان میں سے کسی ایک کے ذریعہ
 قصر کیا جاتا ہے۔

(الف) نفی اور استثناء، یعنی نفی لا کر استثناء کرنا، اس صورت میں مقصور
 علیہ "مستثنیٰ ہوا کرتا ہے جیسے" ان هذا الا ملک کریم
 اس میں "ملک کریم" مقصور علیہ ہے۔

(ب) لفظ "انما" کا استعمال، اس صورت میں بھی مقصور پہلے اور مقصور
 علیہ بعد میں ہوتا ہے جیسے انما الفاهم علی اس میں
 علی مقصور علیہ ہے۔

(ج) لایا بل یا لکن میں سے کسی کے ذریعہ عطف کرنا، اس صورت
 میں اگر لا کا استعمال ہو تو مقصور علیہ لا کا قبل ہوتا ہے اور وہ

معنی لا کے بعد کا مقابل ہوتا ہے جیسے "انا ناشر لا ناظر"
 اس میں مقصور علیہ لا کا مقابل ناشر ہے جو کہ "ناظر" کا مقابل ہے۔
 اور باقی دو میں مقصور علیہ بعد میں ہوتا ہے جیسے ما انا حاسب
 بل کاتب اور ما الارض ثابتة لکن متحركة۔
 (۵) مؤخر کو مقدم کر دینا، اس صورت میں مقصور علیہ مقدم ہوتا ہے جیسے:
 ایاک نعبدک اصل میں اس کو "نعبدک" ہونا چاہیئے۔
 کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نفی انما اور تقدیم کے ساتھ جمع
 ہو جاتی ہے جیسے انما انا تمیمی لا قیسی

۴ تقسیمات : قصر میں دو تقسیمات جاری ہوتی ہیں :-
 اول باعتبار حقیقت و واقع ، دوم باعتبار ارکان قصر
 (الف) تقسیم اول باعتبار حقیقت و واقع
 قصر کی اس کی حقیقت کے اعتبار سے دو اقسام ہیں :
 ۱۔ قصر حقیقی ۲۔ قصر اضافی

۱۔ قصر حقیقی : (الف) تعریف : مقصور کا مقصور علیہ کے
 ساتھ باعتبار حقیقت و واقع خاص ہونا۔

(ب) مثال : لا کاتب فی البید الاعلیٰ جبکہ شہر میں "علیٰ"
 کے علاوہ کوئی دوسرا کاتب نہ ہو، اس صورت میں مقصور مقصور علیہ
 کے اندر ہی منحصر ہوتا ہے۔

۲۔ قصر اضافی : (الف) تعریف : مقصور کا مقصور علیہ کے ساتھ

بایں معنی خاص ہونا کہ مقصور علیہ مقصور کی ضد سے خالی ہو۔
 (ب) مثال: ما علی الاقائد اس صورت میں مقصور کا مقصور علیہ
 میں منحصر ہونا ضروری نہیں ہے، غیر میں بھی پایا جاسکتا ہے۔ البتہ
 مقصور علیہ میں اس کی ضد نہیں پائی جاتی، اس دوسری صفات پائی
 جاسکتی ہیں مثلاً یہاں "مقصود" قیام یعنی کھڑا ہونا ہے لہذا قصر سے
 اس کی ضد "قعود" بیٹھنے کی نفی مقصود ہے نہ کہ دوسرے اوصاف کی۔
 (ج) اقسام: قصر اضافی کی مخاطب کے حالات کے اعتبار سے تین
 اقسام ہیں۔

اگر مخاطب مقصور میں شرکت کا اعتقاد رکھتا ہے، تو اس کو
 "قصر افراد" کہتے ہیں، اور اگر نہ متکلم کے اعتقاد کے برعکس اعتقاد
 رکھے تو یہ "قصر قلب" ہے، اور اگر نہ مخاطب کو تردد ہو کہ مقصور علیہ
 کون ہے تو قصر "قصر تعین" کہلائے گا۔

جیسے "الشجاع علی لاجس" یہ تینوں کی مثال بن سکتی ہے
 اگر مخاطب یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ حسن بھی شجاع ہے تو یہ مثال "قصر
 افراد" کی ہوگی، اور اگر نہ متکلم تو علی کو شجاع سمجھتا ہے اور مخاطب
 حسن کو تو یہ مثال "قصر قلب" کی ہوگی۔ اور اگر نہ مخاطب کو تعین کا
 علم نہ ہو تو یہ "قصر تعین" کی مثال بنے گی۔

(ب) تقسیم دوم بہ اعتبار ارکان قصر
 قصر کے ارکان کے اعتبار سے بھی قصر کی دو اقسام ہیں۔

- ۱۔ قصر صفت بر موصوف
جیسے "لاکاتب الاعلیٰ" اور "الشجاع علی لاجسن"
- ۲۔ قصر موصوف بر صفت : موصوف کو کسی صفت کے ساتھ خاص کرنا
جیسے ماعلی الاقائد اور ماحمد (الرسول)
- ۳۔ تنبیہ : قصر کی اس تقسیم کا اجرا تقسیم اول کی دونوں اقسام کے تحت ہوتا ہے چنانچہ قصر صفت کی مثال اول قصر حقیقی کی اور دوسری قصر اضافی کی ہے اور قصر موصوف کی پہلی مثال قصر اضافی کی ہے اور دوسری قصر حقیقی کی ہے۔
- البتہ یہ تفصیل ہے کہ "قصر صفت بر موصوف" قصر حقیقی میں زیادہ ہوتا ہے اور قصر اضافی میں بہت کم ہوتا ہے اور قصر اضافی میں دونوں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

سوالات

- (۱) قصر کی تعریف و ارکان بتائیے۔ (۲) قصر کے کتنے طریقے ہیں؟ (۳) قصر میں کتنی تقسیمات جاری ہوتی ہیں اور کیا کیا؟ (۴) قصر حقیقی کی تعریف و مثال پیش کیجئے۔
- (۵) قصر اضافی کی تعریف و مثال بیان کیجئے۔ (۶) قصر اضافی کی اقسام مع امثالہ ذکر کیجئے۔ (۷) باعتبار ارکان قصر کی کتنی اقسام ہیں؟ (۸) کیا تقسیم ثانی کا احسار دل میں ہو سکتا ہے؟ (۹) قصر موصوف اور قصر صفت میں کیا فرق ہے؟ (۱۰) امثالہ ذیل

میں فکر کی جملہ اقسام و طرق کی نشان دہی کیجئے :

۱۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ۲۔ انما انت مذكر

۳۔ انما الفکر الہ واحد ۴۔ انما حسن شجاع

۵۔ لا الہ الا اللہ ۶۔ لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم

۷۔ ان هذا الاسحر یؤثر ۸۔ انما یدافع عن حسابکم علی

۹۔ انما علی مدافع عن حسابکم

۱۰۔ انما الحیوة الدنیا لہو ولعب۔

فصل سوم

وصل و فصل

انسان کی گفتگو میں حسب موقع کبھی ایک جملہ آتا ہے اور کبھی زائد جملے ہوتے ہیں، اور وہ کبھی ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں اور کبھی متصل اور ان میں سے ہر ایک کے مناسب الگ الگ مواقع ہوتے ہیں، ہر ایک اپنے اپنے موقع پر ہونے والوں، ورنہ بے محل ہوتا ہے۔ جملوں کی علیحدگی اور باہم اتصال کو وصل و فصل سے تعبیر کرتے ہیں۔

۱۔ وصل

(الف) تعریف: ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کرنا

(ب) کلمات: وصل کا حاصل عطف ہے اور کلمات عطف معروف ہے کہ مقدر ہیں مگر علم معانی کے تحت صرف "عطف بالواو" کا ذکر کیا جاتا ہے، اس لئے کہ "واو" مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے ساتھ عطف میں معانی کے سمجھنے میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔

(ج) مواقع: وصل کے مواقع تین ہیں:

(۱) دونوں جملے خبر یا انشاء ہونے میں متحد ہوں کہ یا تو دونوں خبر ہوں یا دونوں انشاء — بشرطیکہ دونوں کے درمیان کوئی

معنوی مناسبت پائی جاتی ہو، نیز یہ کہ عطف سے کوئی چیز مانع بھی نہ ہو۔ مناسبت کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کے مند و مسد الیہ میں مماثلت یا تقابل وغیرہ جیسے امور پائے جائیں۔

جیسے **إِنَّ الْأَبْدَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ** یہ مثال دونوں جملوں کے خبر ہونے کی ہے۔ **مَا فَلَيْضَ حَكُوقًا قَلِيلًا وَلَيْبُكََا كَثِيرًا**۔ یہ دونوں جملوں کے انشاء ہونے کی مثال ہے۔

(۲) دونوں جملے خبر و انشاء ہونے میں مختلف ہوں لیکن وصل و عطف کے ترک سے خلاف مقصود کا وہم پیدا ہوا، مثلاً کوئی شخص سوال کرے **هَلْ بَرِيءٌ عَلَى** تو اس کے جواب میں کہا جائے **لَا وَشَفَاهُ اللَّهُ** اب اس موقع پر اگر عطف کو ترک کر کے یوں کہا جائے **لَا، شَفَاهُ اللَّهُ** تو اس سے سننے والے کو یہ وہم پیدا ہوگا کہ متکلم اسے بددعا دے رہا ہے حالانکہ متکلم اس کے لئے شفا کی دعا کر رہا ہے اس لئے ایسے موقع پر عطف و وصل کا استعمال ضروری ہے۔

(۳) دونوں جملوں کو حکم اعرابی کے اندر شریک کرنا مقصود ہو جیسے

حُبُّ الْعَيْشِ أَعْبَدَ كُلِّ حَرْفٍ وَعَلَّمَ سَاغِبًا كُلَّ الْمَرَامِ
(غلام بنالیا) (خوشی خوشی کھانا کڑوی چیزوں کا)

اس شعر میں عطف کے ذریعہ "اعبد" کل حروف کے اعراب میں دوسرے جملے کو بھی جو کہ دوسرا مصرع ہے، شامل کیا گیا ہے، اعراب یہاں رفع ہے اس لیے کہ دونوں جملے مل کر خبر ہیں۔

۲ فصل

(الف) تعریف: عطف کو ترک کرنا یعنی دو یا زائد جملوں کو باہم عطف کے بغیر کلام میں لانا۔

(ب) مواقع: فصل کے مواقع پانچ ہیں۔

(۱) دونوں جملوں کے درمیان اتحاد تام ہو جس کو کمال اتصال سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور ان کا باہم ایسا تعلق ہو کہ عطف نہ ہو سکتا ہو، اس کے تحت تین صورتیں نکلتی ہیں: —

(الف) دوسرا جملہ پہلے جملے سے بدل ہو جیسے اَمَّا كُمْ بَمَا تَعْلَمُونَ
(مدرسہ پنجاب)

اَمَّا كُمْ بَانَاعَامٍ وَبَنِينَ

(ب) دوسرا جملہ پہلے کا بیان ہو جیسے فَوْسُوسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ تَالِ
هَلْ أَذِلُّكُمْ أَمْ

(ج) دوسرا جملہ پہلے کے لئے تاکید ہو جیسے فَهَلِ الْكَافِرِينَ
(مہلت دینا)

أَمْ هَلُمُّرُودًا

(۲) دونوں جملوں کے درمیان اختلاف تام ہو جس کو کمال انقطاع کہتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں —

(الف) دونوں خبر واثاء ہونے میں مختلف ہوں، ایک خبر ہو ایک
اثاء جیسے

لَا تَسْأَلِ الْمَرْءَ عَنْ خَلْقِهِ فِي وَجْهِهِ شَاهِدٌ مِنَ الْخَيْرِ
(انسان) (عادات)

اس میں پہلا مصرع پورا جملہ ہے جو کہ انشائیہ ہے اور دوسرا مصرع بھی جملہ ہے مگر وہ خبریہ ہے اس لئے دونوں میں کمال انقطاع ہے (ب) دونوں کے درمیان کسی قسم کی مناسبت نہ ہو، جیسے علیؑ کا لقب الحمام طائر

(۳) دوسرا جملہ پہلے جملے سے پیدا ہونے والے و سمجھے جانے والے سوال کا جواب ہو اس حال کو "شبہ کمال اتصال" کہا کرتے ہیں اور اس کو "استیان" بھی کہتے ہیں۔

جیسے ارشاد باری ما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء اس میں دوسرا جملہ پہلے جملہ سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہے، اس لئے کہ پہلے میں جب کہا گیا کہ "میں اپنے نفس کو بے تصور نہیں قرار دیتا" تو سوال پیدا ہوا کیوں؟ اس کا جواب ہے "ان النفس لامارة بالسوء"۔

(۴) کلام کے اندر تین جملے ہوں جن میں سے تیسرے کا عطف پہلے دو میں سے ایک پر صحیح ہو اور دوسرے پر کرنے سے معنی میں فساد پیدا ہوتا ہو اس صورت میں عطف کو چھوڑ دیتے ہیں تاکہ یہ وہم نہ پیدا ہو کہ عطف اس جملے پر ہے جس پر عطف کی وجہ سے فساد پیدا ہوتا ہے، جیسے

وَتَبْتَظُنْ سَلْبِي اِنْتِي اَبْنٰی بَہَا بَدَلًا اَرَاہَا فِی الضَّلَالِ تَعْلِمُ
(چاہتا) (سمجھتا)

اس شعر میں تین جملے ہیں، تیسرے جملے کا عطف اگر پہلے پر کیا جائے تو درست ہے

مگر دوسرے پر نہیں درست ہے اس لئے کہ اس صورت میں تیسرا جملہ بھی
 ”سلی“ کے مطنوئات (گمان کردہ امور) میں شامل ہوگا، حالانکہ مقصود
 یہ نہیں ہے اس لئے عطف کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

اس موقع کے متعلق کہا جاتا ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان شبہ
 کمال انقطاع ہے۔

کسی مانع کی وجہ سے دونوں جملوں کو حکم میں شریک نہ کرنے کا قصد کیا
 جائے اس موقع کے لئے ”توسط بین الکمالین“ کا عنوان لایا
 جاتا ہے۔ جیسے: —————

وَإِذَا خَلَا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤْنَ
 اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ
 (تہا جلا ساتھ اپنے سرداروں کے)

اس آیت میں آخری جملے کا عطف نہ تو آنا، حکم پر صحیح ہے اس لئے
 کہ وہ اہل نفاق کا مقولہ ہے اور نہ ہی ”قَالُوا“ پر اس لئے کہ اس کا مطلب
 یہ ہوگا کہ یہ جملہ ماقبل کے ساتھ مقید ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

سوالات

- (۱) وصل کی تعریف کیجئے اور اس کے کلمات بتائیے۔ (۲) وصل کے مواقع کیا ہیں۔
- (۳) فصل کی تعریف اور اس کے مواقع بیان کیجئے۔ (۴) کمال اتصال اور شبہ کمال اتصال
 کا کیا مطلب ہے؟ (۵) کمال انقطاع اور شبہ کمال انقطاع کو سمجھائیے۔ (۶) توسط بین
 الکمالین کہاں آتا جاتا ہے؟ (۷) استدلال میں مواقع وصل کی نشان دہی کیجئے۔

بلا وفاء لكذب ولا راحة لحسود بلا وكفيت شرها

بجمع الاسرار مقتصدًا واذكر اليوم غداً

(۷) اشک ذیل میں مواقع فصل کی نشان دہی کیجئے: —

بما اوجب منكم خيفة قالوا لا تخف

بما يدبر الامر يفصل الايات لقوم يعقلون

بما ولقد جاءت رسلنا ابراهيم بالبشرى قالوا سلاماً

بما وما الدهر الا من روعة قصائدی اذا قلت شعراً اصبح الدهر منشداً
(روایت کرنے والوں) شعر پڑھنے والا

بما الناس للناس من بدو وحاضرة بعض لبعض وان لعرش عرواحداً
(دیہات و شہر کے)

بما يا صاحب الدنيا المحب لها انت الذي لا ينفي تعب
(ختم ہونا)

فصل چہارم

تقدیم و تاخیر

یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ کلام کے سارے اجزاء (الفاظ و کلمات) کا تلفظ ایک مرتبہ میں، بیک وقت نہیں ہو سکتا، بلکہ سارے کلمات یکے بعد دیگرے اور ایک دوسرے کے پیچھے زبان سے نکلتے ہیں اس لئے کلام کے اجزاء میں تقدیم و تاخیر ضروری ہے اور چونکہ لفظ و کلمہ ہونے میں نیز کلام کا جز ہونے میں سارے اجزاء کلام برابر ہوتے ہیں کسی ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں حاصل ہوتی اس لئے تقدیم و تاخیر کے لیے کسی خارجی داعی کا ہونا ضروری ہے یہ خارجی داعی مختلف ہوا کرتا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے :

۱۔ تشویق، مؤخر کی جانب شوق پیدا کرنا جبکہ مقدم مابعد کی بابت غراہت و رجحان کو بتائے مثلاً واللہ بالجلیل جدا ابن زیدہ اور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

۲۔ تعجیل، خوشی یا رنج کی بات کا مخاطب تک جلد از جلد پہنچانا خوشی کی بات جیسے العفو عنک صدربہ الامر رنج کی بات جیسے القصاص حکم بہ القاضی۔

۳۔ تعجیب و انکار:۔ مقدم (پہلے والے امر و لفظ) کا محل انکار و تعجب

ہونا جیسے بعد طول التجربة تنفذ بهذه الزخارف
(دھوکہ کھانا) (زیب و زینت کے اسباب)

۴۔ عموم سلب: کسی چیز کی کُلّی طور پر نفی کی تصریح، جس کے لئے یہ کیا جاتا ہے کہ عموم کے کلمہ کو نفی کے کلمہ سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے، جیسے کلّ ذلك لم یکن (جبکہ کسی حادثہ کے اسباب سے متعلق گفتگو ہو رہی ہو)۔

۵۔ سلب عموم: کسی امر کے عموم کی نفی و انکار اس کے لئے یہ کیا جاتا ہے کہ کلمہ نفی کو کلمہ عموم سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے جیسے لم یکن کلّ ذلك
۶۔ تخصیص:۔ جیسے: ایاک نعبد و ایاک نستعین

۷۔ اہمیت: جیسے: اتبعت ملة اباى ابراهيم واسماعيل واسحق
۸۔ اصالۃ تقدیم: قاعدہ کی رو سے تقدیم کا ضروری ہونا جیسے کلمات استفہام و شرط میں، افعال قلوب میں فعل کا پہلے ہونا، وغیرہ

۹۔ رفع خلل: تاخیر کا موجب خلل ہونا: جیسے مدرسہ راکب بزیّد
یہاں مقصود یہ ہے کہ متکلم سوار ہونے کے حال میں زید کے پاس سے گذرا، اب اگر "مرزیت بزیّد راکباً" کہا جائے تو اس مفہوم میں خلل پیدا ہوگا یہ سمجھنے کی بنا پر کہ سوار ہونے کا حال "زید" کا بتایا گیا ہے حالانکہ وہ متکلم کا حال ہے۔

کسی حکم کی تقویت اور اس کا ذہن میں بٹھانا، نیز کسی امر و شخص

کے ذکر سے تِلْذٰذ، اسی طرح تعظیم و تحقیر اور سجع کی رعایت وغیرہ امور
بھی تقدیم کے دوائی بنتے ہیں۔

سوالات

- (۱) تقدیم و تاخیر کا کیا مطلب ہے ؟ (۲) تقدیم و تاخیر کے خاص خاص دوائی بتائیے۔
(۳) عموم سلب اور سلب عموم کا کیا مطلب ہے ؟ (۴) اصالة تقدم اور دفع خلل کی توضیح
کیجئے (۵) اشد ذیل میں تقدیم کے دوائی کی نشان دہی کیجئے :

يَا مَالِكُ مَا يَتَمَنَّى الْمَرْءُ مَدْرَكُهُ

يَا اَللّٰهُ اَسْأَلُ اَنْ يَّصْلَحَ الْاَمْرُ

يَا اَلدَّهْرُ مَلَأْ فَوْا دِي شَيْئًا

يَا لَمْ يَكُنْ لَهُ كَفَرًا اَحَدٌ

يَا رَبِّكَ فَكَبِّرْ

يَا رَبِّيَا بَكَ فَطَهِّرْ

فصل پنجم

ذکر و حذف

جب انسان کو کوئی مضمون زبان سے ادا کرنا ہو یا مخاطب کو کسی امر سے باخبر کرنا ہو تو ہر وہ لفظ جو اس خبر سے متعلق کسی امر و جز پر دلالت کرے اس کا ذکر کرنا اصل ہے اور جس لفظ کے معنی کا علم محض کلام کے باقی حصے کی دلالت سے ہو جائے اس کا عبارت میں نہ لانا اصل ہے، لیکن کبھی دونوں اصولوں کا تعارض ہو جاتا ہے تو پھر ترجیح کے لئے یہ دیکھنا پڑے گا کہ کس کا داعی موجود و قوی ہے۔ دونوں حالتوں میں سے ہر ایک کے الگ الگ دواعی ہوتے ہیں۔ یہ دونوں حالتیں ”ذکر و حذف“ کہلاتی ہیں۔

۱۔ ذکر

(الف) تعریف، کلام کے اندر مافی الفیہ کے مطابق الفاظ کا لانا۔

(ب) دواعی: ذکر کے خاص و اہم دواعی دو ہیں:

اول۔ کسی سابق کلام کی تاکید و وضاحت، جیسے اولئک علی ہدی

من ربہم و اولئک ہم المفلحون

دوم۔ سامع و مخاطب کے ذہن میں کسی بات کا اس طور پر بیٹھانا کہ اس کے انکار کی گنجائش نہ رہے، جیسے کوئی حاکم کسی گواہ کے سامنے

یوں کہے : ہل اقرنہیدہ "ہذا بان علیہ کذا اور وہ گواہ جو آ
میں کہے : نعم زیدہ "ہذا اقربان علیہ کذا وکذا۔

ان کے علاوہ کچھ اور بھی دواعی ہوتے ہیں مثلاً (۳) احتیاط جبکہ
قرینہ ضعیف ہو (۴) قرینہ کا نہ ہونا (۵) تعظیم (۶) تحقیر (۷) تبرک
(۸) تملذذ (۹) مخاطب کی کمال توجہ کا حصول (۱۰) سامع کی کست و ذہنی
پر تنبیہ وغیرہ (۱۱) مخاطب سے طول کلام کی خواہش جیسے حضرت موسیٰؑ
کا واقعہ۔

۲۔ حذف

(الف) تعریف : مانی الضمیر پر دلالت کرنے والے الفاظ میں سے کسی کو قرینہ
کی بنا پر (جو اس کو بتاتے ہوں) چھوڑ دینا۔
(ب) دواعی : متعدد ہوتے ہیں۔

(۱) غیر مخاطب سے معاملہ کو مخفی رکھنا، جیسے مخاطب سے کہنا "أَقْبَلْ" جبکہ
متکلم و مخاطب کے درمیان کسی خاص آدمی کا ذکر ہو اور وہ موقع پر نام نہ
لینا چاہیں۔

(۲) فنیق مقام یعنی موقع ذکر کو متخل نہ ہو خواہ اس درجہ سے کہ مخاطب کو کوئی
تکلیف ہو جیسے ۔

قال لی کیف انت قلت علیل سہر داسم و حزن طویل
اس میں کہنے والے نے یہ نہیں کہا کہ یہ سب مجھ کو لاحق ہے یا یہ کہ دقت
ہی اس کی اجازت نہ دیتا ہو جیسے شکاری اپنے ساتھی سے کہے ۔

”ہرن ہرن“

(۳) اختصار کے ذریعہ بات کو عام کرنا، جیسے واللہ یدعو الی دارالسلام اس میں ”یدعو“ کے مفعول بہ کو تعمیم کی غرض سے حذف کر دیا گیا ہے (۴) متعدی کو لازم کا درجہ دینا، اس وجہ سے کہ معمول و مفعول بہ سے غرض کا کوئی تعلق نہ ہو، جیسے هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اس میں ”یعلمون“ کے مفعول کو اس لئے حذف کر دیا گیا ہے کہ عنسرض معمول سے نہیں محض فعل سے ہے۔

ان کے علاوہ مزید کچھ دواعی ہوتے ہیں، مثلاً

(۵) فاعل کو حذف کر کے فعل کی اسناد مناسب فاعل کی طرف کرنا، خواہ فاعل سے خوف کی وجہ سے ہو یا اس پر خوف کی وجہ سے، یا یہ کہ اس کا علم نہ ہو۔ (۶) سامع کی بیداری ذہن یا اس کی مقدار و معیار کو آزمانا (۷) تعظیم (۸) تحقیر (۹) ضرورت کے موقع پر انکار۔ (۱۰) تعین (۱۱) دعویٰ تعین (۱۲) وزن و سجع وغیرہ کی رعایت و حفاظت۔

سوالات

- | | |
|-----------------------------|------------------------------------------------|
| (۱) حذف کی تعریف کیجئے | (۲) حذف کے دواعی خاصہ کتنے ہیں اور کیا کیا؟ |
| (۳) مزید دواعی بتائیے | (۴) ذکر کی تعریف و دواعی بتائیے |
| (۵) ضیق مقام کی تشریح کیجئے | (۶) لازم کو متعدی کا درجہ دینے کا کیا مطلب ہے؟ |

(۷) مسئلہ ذیل میں ذکر کر کے دعا اُچی بتائیے :

یا نبی و کنت ذہن سے کہنا: الرئيس کلینی فی امرک والرئیس امرنی بلفظک
 یا کوئی سوال کرے ما فعل الامیر تو کہا جائے الامیر نشر المعارف وامن المخاوف

(۸) مسئلہ ذیل میں حزن کے دعا اُچی بتائیے :

یا انا لا ندري اشترأريد بمن فی الارض؟

یا الحیة الحیة

یا لعمرک لا فعلن

یا کلام کالعل و فعل کالأسل

یا فعال لما یشاء

فصل ششم

۱۔ ایجاز و مساوات و اطناب

انسان اپنے مافی الضمیر کو کلام کے طول و قصر و عدم طول کے اعتبار سے تین طریقوں سے تعبیر کر سکتا ہے (۱) ایجاز (۲) مساوات (۳) اطناب۔

۱۔ ایجاز

(الف) تعریف : مافی الضمیر کو موقع کے مناسب الفاظ سے کم لفظوں میں ادا کرنا، اس طور پر کہ انہیں کم لفظوں سے مکمل کی غرض پوری ہو جائے اور مافی الضمیر پورے طور پر ادا ہو جائے۔

یعنی ایجاز کا حاصل ہے فصاحت و بلاغت کی رعایت کے ساتھ قلیل الفاظ کے ذریعہ معنی مقصود کو ادا کرنا۔

(ب) اقسام : دو ہیں (۱) ایجاز قصر (۲) ایجاز حذف

(۱) ایجاز قصر : اپنے مافی الضمیر کو ایسے کم سے کم الفاظ سے ادا کرنا جو کہ معانی کثیرہ کو متضمن ہوں جیسے ارشاد باری "الاکل الخلق والامر" تمام اشیاء عالم اور احوال دنیا کے لئے ہے اس لئے کہ مقصود ہے کہ تمام اشیاء عالم کا پیدا کرنا اور تمام احوال کا نظم کرنا سب اللہ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔

(۲) ایجاز حذف: اپنے مافی الفمیر کو قلیل الفاظ سے اس طور پر ادا کرنا کہ قرائن سے سمجھے جانے والے الفاظ کو چھوڑ دیا جائے خواہ ایک کلمہ حذف کیا گیا ہو یا ایک سے زائد جیسے وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اس میں اصل ہے وجاء امر ربك وجاء الملك۔

(ج) دواعی ایجاز: ایجاز کا تقاضا کرنے والے مختلف امور ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً یاد کرنے میں سہولت پیدا کرنا، مدہم سے قریب کرنا، مدہم صنف مقام مدہم اخفاء، مدہم طول کلام سے احتراز و اکٹھا ہٹ وغیرہ۔ حاصل یہ ہے کہ "حذف" کے جو دواعی ذکر کئے گئے ہیں "ایجاز" میں اسی انداز کے دواعی کام کیا کرتے ہیں۔

(د) مراتب: ایجاز کی دونوں اقسام میں سے پہلی اعلیٰ واہم ہے اور اسی سے بلاغت میں متکلم کے معیار کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

(۴) اجلال: ایجاز کی تعریف میں ذکر کیا گیا ہے کہ کلام "ایجاز" اس وقت کہلائیگا جبکہ لفظوں میں کمی ہو مگر مافی الفمیر پورے طور پر ادا ہو رہا ہو اور اگر لفظوں کی کمی اور عبارت کا اختصار "مافی الفمیر" کو سمجھنے و سمجھانے سے مانع بنے تو اس کو "اجلال" کہتے ہیں یعنی اجلال کا حاصل ہے۔

مافی الفمیر کی ادائیگی کے لئے کلام میں ایسا اختصار جو کہ مافی الفمیر کو پورے طور پر واضح نہ کر سکے جیسے ۷

والعیش خیر فی ظلا ل التلوث میسن عاش کذا
(حماقت) (مشقت کجاست)

اس میں اختصار ہے مگر وہ انی الضمیر و مراد کو سمجھانے میں نکل ہے اسلئے
 کہ اصل مقصود یوں ہے : "ان العیش الشاق فی ظلال العقل" ^(خوش حال)
 من العیش الشاق فی ظلال العقل

۲۔ مساوات

- (الف) تعریف : الفاظ کا معانی کی بقدر اور معانی کا الفاظ کی بقدر ہونا، یعنی
 الفاظ و معانی دونوں ایک دوسرے کے عین مطابق ہوں۔
 (ب) مصداق : عامۃ الناس کی گفتگو اسی کے تحت آتی ہے، شرط یہ ہے
 کہ وہ اگر ادیب و بلیغ نہ ہوں تو سفید و بلید بھی نہ ہوں۔
 (ج) مثال : واذا رأیت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنہم
 اس آیت میں معانی مقصودہ کے بیان کے لئے انھیں کے بقدر الفاظ
 کو استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ اطناب

- (الف) تعریف : کسی فائدہ کے پیش نظر انی الضمیر کو اس کے مطابق الفاظ سے
 زائد الفاظ کے ساتھ ادا کرنا۔

- (ب) مثال : حضرت زکریا نے اپنے بڑھاپے کو بیان کرنے کے لئے کثرت
 کئے بجائے، اپنے انتہائی ضعف وغیرہ کو بتانے کے لئے نہرایا:

رب انی وهن العظیم واشتعل الرأس شیباً
 (بھڑک اٹھا ہے سر سفید ہے)

- (ج) اطناب کے دوائی و صورتیں : اطناب کے بھی متعدد دوائی

ہوتے ہیں انہیں کے پیش نظر کلام میں مختلف صورتیں اختیار کی جاتی ہیں
۱۔ فرد خاص کی فضیلت کو بتانے کے لئے تعظیم کے بعد تخصیص۔

جیسے، تَنْزِلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا مِثْلُ الرُّوحِ کا اضافہ
جس کا مصداق حضرت جبریلؑ ہیں حالانکہ الملائکہ کے تحت وہ بھی داخل
ہیں مگر یہاں ان کی فضیلت کا اظہار مقصود ہے۔

۲۔ خاص کے بعد عام کا ذکر خاص پر توجہ کے ساتھ عموم افادہ کے لئے

جیسے رب اغفر لی ولوالدتی ولین دخل بیتی

۳۔ ابہام کے بعد وضاحت تاکہ بات مخاطب کے ذہن نشین ہو جائے

جیسے وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ (۱) دَسْرَهُوْا لِعَمَقِطُوعِ مُصْحِحِ
اس میں پہلے الامر کو ابہام کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد پھر ان
دابر الخ سے وضاحت کی گئی ہے۔

اس قبیل سے دو اصول شمار کئے گئے ہیں: اول باب نعم

دوم تو شیع۔

باب نعم میں بھی ابہام کے بعد توضیح ہوتی ہے ان لوگوں کے
نزدیک جو کہ مخصوص بالمدح کو مبتدا محذوف کی خبر ماننے میں، جیسے
نعم الرجل زید، کہ ان کے نزدیک اصل ہے نعم الرجل
ہو زید۔

تو شیع، کلام میں کسی تشبیہ یا جمع کو لا کر اس کی تفسیر دریا میں
اسمار سے اس طور پر کرنا کہ وہ اسما ایک دوسرے پر معلوف ہوں،

جیسے ارشاد نبوی یثیب ابن آدم و یثیب فیہ خصلتان

الحرص والامل کہ اس میں پہلے خصلتان "تثنیہ لاکر اس کی" (جو ان پر آتا)

رواسما سے تفسیر کی گئی ہے ایک کا دوسرے پر عطف کر کے
۴۔ تکرار کسی بات کو دل میں بٹھانے یا حسرت کے اظہار یا طول فصل یا
زیادتی ترغیب کے لئے، جیسے کسی کا نام بار بار لے کر کوئی بات کہنا
یہ بات کے دل میں بٹھانے کے لئے ہوتا ہے۔

۵۔ اعتراض یعنی اشار کلام میں یا دو معنی متصل جملوں کے درمیان ایک
یا ایک سے زائد ایسے جملے لانا جو کہ اعراب کی رو سے اس کلام و جملوں
سے متعلق نہیں ہوتے جیسے۔

الازعمت بنو سعد بائی (الاکذبوا) کبیر التین فانی

سن لو کہ بنی سعد کا خیال ہے کہ میں (خبردار وہ بھڑکتے ہیں) بن داؤد بڑھا کو سٹ ہوں

جملہ معترضہ اگر ایہام یا کسی اعتراض و اشکال کو دفع کرنے کے لئے لایا
جائے تو اسے "اعتراض" کہتے ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ متکلم کوئی
بات کہے تو مخاطب کو اس پر کوئی وہم پیدا ہو، متکلم اسے بھانپ کر درمیان
میں کوئی ایسی بات کہہ دے جس سے وہ وہم دور ہو جائے۔

جیسے ۵ صَبَبْنَا عَلَیْهَا (ظالمین) یَسْیَاطُنَا

(برساتے ہیں اس پر اس حال میں کہ ہم ظالم تھے) اپنے کو دے

فطارت بھا اید سراع وارجل

پس اڑ پڑے اس کو تیز ہاتھ و پیر

اس شعر میں اگر ظالمین کو ترک کر دیا جاتا تو سامع کو وہم پیدا ہوتا کہ متکلم

کا گھوڑا اپنے احوال کی بنا پر مار کا مستحق تھا۔ ظالمین کا لفظ لا کر بتا دیا گیا کہ مارنا ظلم کی بنا پر تھا۔

۶۔ تذییل: تاکید کی غرض سے ایک جملے کے بعد دوسرے کا استعمال درانحالیکہ دوسرا سابق جملے کے مضمون پر مشتمل ہو۔

تذییل کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

اول یہ کہ وہ ضرب المثل کے درجہ میں ہو یا اس معنی کہ وہ مستقل المعنی ہو اور اقبل سے مستغنی بھی ہو جیسے ۵

تَزِدُّ رُفَّتِي يُعْطَى عَلَى الْحَمْدِ مَالَهُ وَمَنْ يُعْطِ أَشْثَانَ الْمِحَامِدِ مُحَمَّدٌ
دوم یہ کہ ضرب المثل کے درجہ میں نہ ہو یا اس معنی کہ اقبل سے مستغنی نہ ہو۔ جیسے ۵

لَمْ يُبْقِ جُودَكَ شَيْئًا أَوْ قَلِيلًا تركتني اصعب الدنيا بلا امل
(ایہ کرنا) (امید)

۷۔ ایغال: کلام کا اختتام کسی ایسے جملے پر جو کہ کسی ایسے نکتہ کا ثابہ دے کہ کلام اس کے بغیر تمام ہو رہا ہو اور اس کی ضرورت نہ ہو۔

جیسے: اُولَئِكَ لَهُمُ الْآمَنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ اس میں
وہم مُهْتَدُونَ محض ایک نکتہ کے پیش نظر ہے، اور وہ ہے ان کی
اتباع پر تحریف۔

سَوَالَات

- (۱) مافی الضمیر کو ادا کرنے کے طریقے کتنے ہیں اور کیا کیا؟ (۲) ایجاز کی تعریف، اقسام و دعائی ذکر کیجئے (۳) ایجاز کے اہم دعائی کیا ہیں؟ (۴) اخلاص اور مساوات کی تعریف کیجئے۔
(۵) الطہاب اور اس کے دعائی بتائیے۔ (۶) مثلہ ذیل میں ایجاز و الطہاب وغیرہ کی اور ان کے دعائی کی نشان دہی کیجئے :

۱۔ تَاللّٰہُ تَفْتَأْتُ ذَکْرَ یُوسُفَ ۲۔ اَخْرَجَ مِنْہَا مَاءَہَا وَ مَرَعَاہَا
 ۳۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اَسْوَدَتْ وُجُوہُہُمْ اَکْفَرْتُمْ
 ۴۔ لَوَانِ الْبَاخِلِیْنَ۔ وَاَنْتَ مَہْمُ رَاَوْکَ تَعَلَّمُوا مِنْکَ الْمَطَالِی
 ۵۔ اُمْسِیْ وَاُصْبِحْ مِنْ بَذَاکَرِ کَرِیْمِیَا یَزِیْنِیْ لِی الْمَشْفِیْقَانِ الْاِہْلُ وَالْوَلَدُ
 (یاد) (عشق) (ترس کھانا) میرے (شفق)

باب سوم

علم بدیع

۱۔ **تعمید** : کلام کو فصاحت و بلاغت کے معیار پر لانے کے لئے جس طرح "علم بیان اور علم معانی" کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ایک تیسرے علم کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور وہ بھی اس میں معین ہوتا ہے۔

جہاں اول (علم بیان) کی بنا پر ایک معنی کو مختلف انداز و اسلوب پر ادا کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے اور دوسرے کے ذریعہ کلام کو مقتضائے حال کے مطابق کرنے میں مدد ملتی ہے وہیں تیسرا علم، یعنی علم بدیع کلام کے اندر لفظی و معنوی حسن پیدا کرنے کا وسیلہ بنتا ہے۔

۲۔ **تعریف** : علم بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعہ مقتضائے حال کے مطابق کلام میں حسن پیدا کرنے کے طریقے اور صورتیں معلوم ہوں۔

۳۔ **توضیح و تقسیم** : چونکہ ہر کلام میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک لفظ دوسرے معانی، الفاظ زبان سے ادا کئے جاتے ہیں اور قلم سے لکھے جاتے ہیں اور معانی الفاظ کو سن کر اور پڑھ کر سمجھے جاتے ہیں اور کلام کو فصیح و بلیغ بنانے کے لئے ہر پہلو کے لئے حسن کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے تحسین کلام کے دو حصے ہیں: تحسین لفظی اور تحسین معنوی، اسی بنیاد پر محسنات کلام یعنی کلام میں حسن پیدا کرنے والے ذرائع جو کہ "علم بدیع" کے اصول و قواعد ہیں، ان کو دو اقسام میں بیان کیا جاتا ہے، ایک کو محسنات لفظیہ کے عنوان کے تحت اور دوسری کو محسنات معنویہ کے عنوان کے تحت۔

فصل اوّل

محسنات لفظیہ

۱۔ تعریف : وہ اصول و قواعد جن کی لفظوں میں رعایت کر کے کلام کے اندر حسن پیدا کیا جاتا ہے۔

۲۔ اقسام و صورتیں : محسنات لفظیہ کی تین اقسام و صورتیں ہیں :

(الف) جناس (ب) اقتباس (ج) سجع

(الف) جناس

۱۔ تعریف : دو لفظوں کا تلفظ میں ایک دوسرے سے مشابہ ہونا۔

درانحالیکہ دونوں کے معانی مختلف ہوں

۲۔ اقسام دو ہیں (الف) جناس تام و کامل (ب) جناس غیر تام و ناقص

(الف) جناس تام و کامل : (۱) تعریف : دو لفظوں کے حروف کا

چار چیزوں میں متفق ہونا، یعنی نوعیت، شکل و ہیئت، تعداد

و ترتیب میں۔

(۲) امثلہ : (الف) ہ

لمنلق غیرک انساناً یلاذبہ فلا برحت لعین الدھر انساناً

(پناہ لینا) (تم برابر ہو زمانہ کی آنکھ کی پستلی)

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں "انسان" کا لفظ آیا ہے اور چاروں اعتبار سے یکسانیت رکھتا ہے مگر دونوں کے معانی مختلف ہیں۔
 اول سے انسان معروف مراد ہے اور دوم آنکھ کی پتلی کے معنی میں ہے۔
 (ب) یکا دستنا برقه یذهب بالابصار یقلب الله اللیل والنهار
 ان فی ذلک لآیات لاولی الابصار۔ اس میں دو مرتبہ لفظ "الابصار" آیا ہے جو چاروں اعتبار سے توافق رکھتا ہے مگر معنی میں اختلاف ہے پہلی جگہ وہ "بصر" بمعنی نگاہ کی جمع ہے اور دوسری جگہ بمعنی "بصیرت و بصائر" ہے۔

(ب) جناس غیر تام و ناقص : (۱) تعریف : تلفظ میں ملتے جلتے دو الفاظ کا گزشتہ چار چیزوں میں سے کسی میں مختلف ہونا۔

(۲) امثله : (الف) الخیل معقود بنوا صیہا الخیر (بندھا ہوا ہے ان کے پیٹانیوں کے ساتھ) اس میں خیل و خیر کے درمیان جناس ناقص ہے کہ دونوں کے آخری حروف کی نوع الگ الگ ہے

(ب) واتخذوا من دونہ الہة لا یخلقون شیئاً وهم یُخلَقون ،
 (بنارکھے ہیں انہوں نے اللہ کے سوا ایسے معبود جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود بنائے جاتے ہیں)

اس میں "یُخلَقون" دو مرتبہ آیا ہے جس میں نوعیت، حروف کی تعداد و ترتیب سب ایک ہے مگر "شکل" کا فرق ہے پہلی جگہ "ی" پر زبر ہے اور دوسری جگہ "ی" پر پیش ہے۔

(ج) الہوی مطیۃ الہوان رخوا ہش نفس ذات کی سواری ہے) اس مثال میں

ہوئی اور ہوان کے درمیان "جناس ناقص" ہے اس لیے کہ دونوں میں حروف کی تعداد کا فرق ہے۔

(د) الجاہل لا یعلم ما یعمل، حروف کی ترتیب بدلی ہوئی ہے۔ حالانکہ تمام حروف یکساں ہیں۔

۳۔ حکم: اکثر اہل ادب، اس کے استعمال کو پسند نہیں کرتے، اس لئے کہ اس سے معنی میں الجھاؤ پیدا ہوتا ہے، نیز یہ چیز خواہ تقریر میں ہو یا تحریر میں، تکلف سے خالی نہیں ہوتی، اتفاقاً یا بے تکلف اس کا کلام میں آجانا نا پسندیدہ نہیں ہے۔

(ب) اقتباس

۱۔ تعریف: شریانظم میں غیر کے کلام کو اس طور پر مثال کرنا کہ وہ اس شریانظم کا جزو بن جائے۔

عامۃ الناس کے کلام کے علاوہ قرآن کی آیات و احادیث نبویہ کے ساتھ بھی یہ معاملہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ امثلہ: (الف) نہ

یوم یأتی الحساب ما یظلمون من حیم ولا شفیع یطاع
(ظالم) (کوئی جگری دوست اور سفارش جس کا کہنا مانا جائے)

اس شعر کا دوسرا مصرع سورہ غافر (پارہ ۲۴) کی ایک آیت کا ایک ٹکڑا ہے۔

(ب) ۵ واذا ماشئت عیشا بینہم خالق الناس بخلق حسن
(زندگی) (عالم دہرناؤ کرنا)

اس شعر کا دوسرا مصرع ایک حدیث پاک ہے۔

۳۔ حکم: اقتباس کے طور پر دوسرے کے کلام کو جزو کلام بنانے میں اگر اصل میں کچھ تھوڑا بہت تغیر کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ آیت یا حدیث کیوں نہ ہو اسلئے کہ آیت و حدیث کے الفاظ دوسرے کے کلام میں آکر جب اس کا جزو بن جاتے ہیں تو ان کی اصل حیثیت باقی نہیں رہ جاتی جیسے ۷

قد کان ما خفت ان یكونا فإنا الى الله راجعون
(ہو گیا جس کے ہونے سے تم ڈر رہے تھے)

اس میں دوسرا مصرع سورہ بقرہ کی ایک آیت کا ٹکڑا ہے جس کے اخیر میں صرف "نون مفتوح" ہے، اس شعر میں اس کے ساتھ "الف" بڑھا دیا گیا ہے۔

(ج) سجع

۱۔ تعریف: دو یا چند جملوں کے اواخر کا حرف اخیر میں متفق ہونا۔
۲۔ احکام: (الف) سجع اسی وقت پسندیدہ ہے جبکہ تکلف سے محفوظ ہو اور بے فائدہ تکرار نیز الفاظ کی بندش و ربط کے اعتبار سے ہر قسم کے نقص سے خالی ہو۔

(ب) سجع کا اصل موقع "نثر" ہی ہے اسی لئے بعض حضرات نے تعریف میں نثر کی قید لگائی ہے، لیکن اشعار میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے اگرچہ بہت کم ہے۔

۳۔ امثلہ: (الف) قرآنِ کریم کی اکثر سورتوں میں سورج ہے، مثلاً سورۃ ملک کی دوسری آیت کا آخر ہے: ”وہو العزیز الغفور“ اور تیسری آیت کا آخر ہے: ”هل تری من فطور“

(ب) ملا الانسان بادابہ لا بزینہ و ثیابہ
(ہئیت)

۲۔ فلان یطیع الاسماع بجواہر لفظہ و یقترع الاسماع بزواجر و عظمہ
(رجوع کی جمع) (مبتکرنا) (کاروں کو) اپنے دماغ کی نصیحت
باتوں سے

(ج) ۷

فمن فی جزل و الروم فی جبل و البر فی شغل و البحر فی نخل
(خوشی و مسرت) (خوف) (خشکی) (مشرنگی)

۴۔ ہر ایتب، کلام میں سورج کی جتنی رعایت ہوگی، بدیع کے اعتبار سے کلام اتنا ہی فائق ہوگا، چنانچہ اگر دونوں کے ہر ہر کلمہ یا اکثر میں اس کی رعایت ہو تو سورج کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے، جیسے کہ مثال (ب) کے ۲ میں ہے اور اسی لئے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ جن جملوں کے درمیان سورج کی رعایت ہو ان کے کلمات بھی برابر ہوں جیسا کہ شعر والی مثال میں ہے نیز (ب) کی مثال ۲ میں بھی ہے۔

سوالات

- (۱) علم بدیع کی ضرورت کیوں ہے؟ (۲) بدیع کی تعریف و اقسام ذکر کیجئے۔ (۳) محنات لفظیہ کتنے ہیں اور کیا کیا؟ (۴) جناس کی تعریف و اقسام و حکم ذکر کیجئے۔ (۵) جناس غیر تمام کی تمام

صور توں کی وضاحت کیجئے۔ (۶) آقباس کیا ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟ (۷) سبح کس کو کہتے ہیں اور اس کے احکام کیا ہیں؟ (۸) سبح میں قوت کن امور سے پیدا ہوتی ہے؟ (۹) سبح کا اصل مرتبہ کیا ہے؟ (۱۰) اشلہ ذیل میں جناس کی اقسام کو تلاش کیجئے: —

ہم یوم تقوم الساعة يقسم المجرمون ما لبثوا غير ساعة

ولا اقسام بما تبصرون وما لا تبصرون

ثم يتهدى يحيى ليعنى فلم يكن الى ردة امر الله سبيل

ثم هل نهالك ثمارك عن لوم امرئ لم يلق غير منقم بشقاء
(روکنا) (عقل) (کلمات) (پایا گیا)

ثم قد ارضهم مادمت في دارهم وارضهم مادمت في ارضهم

(پس اللہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کر دو جب تک ان کے دار میں رہو، اور ان کو خوش رکھو جب تک ان کی زمین میں رہو)

(۱۱) آقباس کی چند مثالیں پیش کیجئے۔ (۱۲) اپنے کلام میں سبح کا استعمال کیجئے۔

محسناتِ لفظیہ

(۲)

محسناتِ لفظیہ کی اصل صورتیں تو تین ہی ہیں جن کا ذکر پیچھے کیا گیا ہے۔ مگر یہ تین عام و معروف صورتیں ہیں، ان کے علاوہ بھی متعدد اصول و صورتیں اسکے تحت آتی ہیں، مثلاً (ج) تشابہ (د) تصدیق (ه) قلب (و) عکس (ز) تشریح (ح) مواربہ (ط) استلاف۔

(ج) تشابہ

۱۔ تعریف : ایک جملہ کے آخری لفظ کو بعد کے جملہ کا آغاز یا ایک شعر کے آخری حصے کو دوسرے شعر کا ابتدائی حصہ بنانا۔

۲۔ امثلہ : (الف) المصباح فی زجاجة، الزجاجة کا نہا کو کب دڑی اس آیت میں پہلے جملہ کے آخری لفظ کو دوسرے کا آغاز بنایا گیا

(ب) اذ انزل الحجاج أرضاً مریضۃً تنبع اقصى دانیها فشفها
(یہ یاد کرنا) (جستجو کرنا) (انتہائی مرض) (شفادینا)

شفها من الداء العضال الذی بها غلامٌ اذا هنّ القناه سقاها
(مرض لاعلاج) (نوجوان) (ہلاکت) (نیزہ) (سیراب کرنا)

اس رباعی کے پہلے شعر کے آخری لفظ سے دوسرے شعر کو شروع کیا گیا ہے۔

(د) تصدیق

تعریف : تصدیق کا استعمال نشر و نظم دونوں میں ہوتا ہے مگر اس طور پر

کہ دونوں محل میں اس کا مفہوم مختلف ہے اس لئے جامع تعریف نہیں کی جاتی، ویسے حاصل یہ ہے کہ

”وَدُ مِلْتِ جِلْتِ الْفَاظِ کَا کَلَامِ مِیْنِ خَاصِ اَنْدَازِ مِیْنِ اِسْتِعْمَالِ کَرْنَا“

(الف) تصدیق در شئ، دو مکرر یا ملتے جلتے الفاظ میں سے ایک کو ایک ہی فقرہ کے شروع میں اور دوسرے کو اخیر میں رکھا جائے۔

جیسے سائل اللہ یم رجع ودمعه سائل (سوال کرنے والا کینہ سے لڑتا ہے اور اس کا اندبہر ہوتا ہے) اس فقرہ و کلام کے شروع و اخیر میں صورتہ یکساں لفظ استعمال ہوئے ہیں، مگر دونوں کے معانی میں اختلاف ہے، پہلا ”سوال“ سے ہے بمعنی سوال کرنے والا، اور دوسرا ”سیلان“ سے ہے بمعنی پہننے والا۔

(ب) تصدیق در شئ کسی شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ہی لفظ کا مکرر استعمال اس طور پر کہ وہ دوسرے مصرع کے اخیر میں ہو اور پہلے کے شروع میں یا بعد میں ہو جیسے۔

سیرع الی ابن العتم یلطم وجهہ ولیس الی داعی التدی بسریع
(جلدی کرتا ہے) (ٹپاؤ لگانا) (سخت دیکھ دیتی)

(ج) قلب۔

کسی لفظ کا اس طور پر ہونا کہ سیدھا اور الٹا دونوں طرح یکساں پڑھا جائے جیسے ”کن کما أمکنک“ اس کو پلٹ کر اخیر سے پڑھیں تو بھی یہی عباد بنے گی جیسے اُدو کے اس جملے میں ”وہ شرابی آئے بارش ہو“

(و) عکس

ایک کلام کے اندر ایک ہی لفظ کا تقدم و تاخر کے ساتھ استعمال۔

جیسے: عادات السادات سادات العادات

ایسا ایک جملے کے اندر بھی ہوتا ہے اور زائد میں بھی اور زائد میں کئی صورتیں ہوتی ہیں۔

(نہ) تشریع

۱۔ تعریف: شعر کے اندر دو قافیوں کا اس طور پر لانا کہ اگر ایک کو گرا دیا جائے تو شعر کی شعریت اور معنویت و موزونیت میں فرق نہ آئے۔

۲۔ مثال: یا ایہا الملک الذی عَمَّ الوہیٰ

سے دو بادشاہ جو کہ اپنے فیض سے تمام مخلوق کو چھائے ہوئے ہے

ما فی الکرام لہ نظیرٌ یُنظر

نہیں ہے سخیوں میں اس کی کوئی نظیر جس کو دیکھا جائے

اس شعر کے پہلے مصرعے "عَمَّ الوہیٰ" اور دوسرے سے "یُنظر" کو گرانے کے بعد بھی شعر کی شعریت و معنویت میں فرق نہیں آتا اور شعر یوں ہو جائے گا کہ

یا ایہا الملک الذی ما فی الکرام لہ نظیر

(ح) مؤاذبہ

اس کا اس انداز میں ہونا کہ مخاطب کی گرفت سے بچنے کے لئے مشکل کی طرف سے تحریف یا تصحیف وغیرہ کسی طریقے سے کلام میں تبدیلی ممکن ہو اور مخاطب انکار نہ کر سکے۔

تحریف لفظ یا معنی کو بدل دینا، تصحیف لفظ کے بعض حروف کو بدل دینا

۲۔ مثال : ہ۔ لقد ضاع شعری علی بابکم کما ضاع عقد علی خالصہ
اس شعر کو "ابونواس" شاعر نے ہارون رشید کے سامنے پڑھا اور اس کا
مدعا یہ تھا کہ میرے شعر کی ناقدری ایسی ہی کی گئی ہے جیسے کہ "خالصہ"
نامی لونڈی کو ایک قیمتی ہار دے کر اس کی ناقدری کی گئی تھی۔ ہارون رشید
نے شعر سنتے ہی چونک کر اس سے استفسار کیا کہ کیا مطلب ہے تو ابونواس
نے اپنے شعر کی یوں توجیہ کی کہ میں نے تو "ضار" ہمزہ کے ساتھ
کہا ہے عین کے ساتھ نہیں، اور "ضار" کے معنی ہیں "روشن ہونا"
اس نے یہ توجیہ کر کے شعر میں تعریف کا پہلو پیدا کر دیا اور "ضاع و
ضار" دونوں ہی لکھنے و بولنے میں ملتے جلتے ہیں۔

(ط) استلاف

یعنی استلاف لفظ بالفظ جس کا مطلب ہے ایک عبارت کے چند
الفاظ کا قلت استعمال میں تفتق ہونا۔

جیسے ارشاد باری تالیہ تفتاً تذکر یوسف اس میں قسم
کے لئے "تار" کو استعمال کیا گیا ہے اور استمرار کے معنی کے لئے
"تفتار" اور دونوں ہی ایسے ہیں کہ معانی مقصورہ کے لئے ان دونوں
کا استعمال کم ہوتا ہے۔

سوالات

- (۱) تشابہ کی تعریف و مثال پیش کیجئے (۲) تصدیق و شرک کا کیا مفہوم ہے؟ (۳) تصدیق و شرک کا کیا مطلب ہے؟ (۴) عکس کی تعریف و مثال پیش کیجئے (۵) تشریح کس کو کہتے ہیں؟ (۶) قلب کی تعریف کے بعد کچھ مثالیں اردو و عربی کی پیش کیجئے۔ (۷) امثلہ ذیل میں مذکورہ بالا محسنات کی نشان دہی کیجئے:۔

مَا قَالَ اَنِي لَعَلَّكُمْ مِنَ الْقَالِينَ مَا حُتِرَ الْكَلَامُ كَلَامَ الْحَرِّ

مَا تَمَتَّعَ مِنْ شَمِيمٍ عَرَارٍ نَجْدٍ فَمَا بَعْدَ الْعَشِيَةِ مِنْ عَرَارٍ
(فائدہ اٹھانا) (خوشبود) (عرار نجد) (آج شام)

مَا وَرَبُّكَ فَكَبَّرَ مَا كَلَامَ الْمَلُوكِ مَلُوكِ الْكَلَامِ

مَا اَيْشِيَا

فصل دوم

محسنات معنویہ

(۱)

- ۱۔ تعریف: وہ معنوی امور جن کی رعایت کلام کے اندر حسن پیدا کرتی ہے
- ۲۔ اصناف و صورت: "محسنات معنویہ" کی اصناف و صورت بہت ہیں، یہاں ان میں سے متعدد معروف کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

(الف) توریۃ (ب) طباق (ج) مقابلہ (د) حسن تعلیل،
 (ه) تائید المدح بالمشبہ الذم (و) تائید الذم بالمشبہ المدح،
 (ز) مراعاة النظر (ح) استخدام (ط) جمع، (ی) تفسیر،
 (ک) تقسیم، (ل) ابتلاک (م) اسلوب الحکیم، (ن) ارشاد،
 (س) شاکلت (ع) مزاجیت (ف) رجوع، (ص) لغت و نشر،
 (ق) مبالغہ (ر) توجیہ (ش) ابہام، (ت) استطراد،
 (ث) افتنان (خ) ادماج (ذ) تجرید۔

(الف) توریۃ: (۱) تعریف: کسی ایسے لفظ سے جو کہ دو معانی کو محتمل ہو، کسی قرینہ مخفیہ کے پیش نظر معنی بعید کا مراد لینا۔
 یعنی ایک لفظ ایسا ہو کہ اس کے دو معانی ہوں ایک قریب ظاہر

دوسرا بعید و غیر ظاہر، کہ جس کی طرف ذہن جلدی متوجہ و منتقل نہ ہو،
ایسے لفظ سے معنی بعید کا مراد لینا، "توریہ" کہلاتا ہے۔

(۲) مثال: هو الذی یتوقاکم باللیل ویعلم ما جرحتم
(وفات دینا) (ارتکاب کرنا)

بالنہار

اس آیت میں جرحتم میں "توریہ" کا استعمال ہے کہ اس کے قریبی
معنی ہیں زخمی کرنا، اور معنی بعید ہے کسی ایسے کام کا کرنا جو سری شے پر
اثر انداز ہو، خواہ وہ اثر کسی قسم کا ہو، یہاں اس سے یہی دوسرے معنی مراد
ہیں یعنی "ارتکاب گناہ" جس سے غصمت و عفت متاثر ہوتی ہے۔
(ب) طباق: (۱) تعریف: دو مقابل یعنی متضاد معانی کا ایک کلام میں
جمع کرنا۔

(۲) مثال: ارشاد باری: تحبہم ایقاظاً و ہم رقود۔ اس میں
(بھنا) (بیدار) (سوتے والے)
'ایقاظ و رقود' باہم تضاد ہیں۔

(۳) اقسام: (الف) طباق الایجاب (ب) طباق السلب۔
(الف) طباق الایجاب: وہ طباق جس میں تقابل و تضاد ایجاب و
سلب کا نہ ہو بلکہ معنی کا ہو جیسے مثال مذکور۔

(ب) طباق السلب: جس میں تقابل و تضاد نفی و سلب کی بنیاد پر ہو،
جیسے ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعلمون ظاہراً من الحیاة
الدنیا "اس میں لا یعلمون اور یعلمون کے درمیان طباق ہے
جس کی بنیاد ایجاب و سلب میں اختلاف پر ہے۔

نتیجہ مقابلہ : (۱) تعریف : دو یا دو سے زیادہ معانی کو ان کے بالمقابل معانی کے ساتھ ترتیب کی رعایت رکھتے ہوئے ذکر کرنا۔

(۲) امثله : (الف) من اقعدتہ نكایة اللثام ^(بھانا) ^(ایضاً نكایون کی) اقامتہ اعانة الکرام

اس میں تین معانی ایک دوسرے کے بالمقابل مذکور ہیں اقامت (کھڑا کرنا)

بمقابلہ اقعاد (بھانا) نكایة (ایذا) بمقابلہ اعانة، الکرام بمقابلہ اللثام

(ب) واللیل اذا دبر والصبح اذا اسفر

(۳) حکم : اس کا بے تکلف صدور پسندیدہ ہے، تکلف سے کام لینے پر

اس کی وجہ سے کلام کے اندر بہت سے نقائص پیدا ہو جاتے ہیں۔

د) حسن تعلیل : (۱) تعریف : کسی شے کی مشہور علت کا صراحتاً یا ضمناً

انکار کر کے اس کی جگہ اپنی غرض کے مطابق کسی ادبی اور دل نشین

علت کا ذکر کرنا یا کسی وصف کے لئے ایسی علت کا دعویٰ کرنا جو کہ

غیر حقیقی و ناادر ہو۔

(۲) مثال : وما کلفة البدن المنیر قدیمہ

(روشن) (رہتہ)

ولکنہا فی وجهہ اثر اللطد

(طلونچہ)

اس میں چاند کے دھبوں کی ایک نئی علت تجویز کی گئی ہے اور اسے

محبوب کے طمانچوں کا اثر بتایا گیا ہے۔

۵) تاکید المدرج بالمشبہ الذم

(۱) تعریف : کسی کی مدرج تاکید کے ساتھ ایسے انداز و اسلوب میں

کرنا کہ بظاہر مذمت معلوم ہو۔

(۲) اقسام و صوص : دو ہیں : —

اول یہ کہ ممدوح سے کسی ناپسندیدہ صفت کی نفی کی جائے اور اسی نفی صفت سے کسی صفت مدح کا استنار کیا جائے۔

جیسے لا عیب فیہم غیران سیوفہم

بہن کُلُّوْلٌ من قراع الکتاب

ان میں کندہ بن ہے کاٹنے کا وجہ سے دشمنوں کے پرکے پرے)

اس شعر میں پہلے ممدوح سے عیب کی نفی کی گئی ہے اور پھر اس سے

صفت مدح کا استنار کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ ممدوح بڑے بہادر و جنگجو لوگ ہیں جن کی تلواریں مقابل فوج کے دستوں کے دتے کاٹنے کی وجہ سے کند پڑ چکی ہیں۔

دوم یہ کہ موصوف کے لئے ایک صفت مدح ثابت کرنے کے بعد حرف استنار لاکر دوسری صفت مدح ذکر کی جائے۔

جیسے : فتی کملت اوصافہ غیرانہ جواد فمائیبقی علی المال باقیہ
(باقی رکھنا)

(۲) تاکید الذم بالیشبہ المدح

(۱) تعریف : کسی کی مذمت تاکید کے ساتھ ایسے انداز و اسلوب سے کرنا جو کہ مدح کے مشابہ ہو۔

(۲) اقسام و صوص : اس کی بھی دو ہیں :

اول جس کی برائی کی جا رہی ہو اس کے لئے ذکر کردہ اس صفت مدح

سے جس کی نفی کی جا رہی ہو کسی صفتِ ذمہ کا استنثار کیا جائے۔

جیسے لاجمال فی الخطبۃ الا انها طویلۃ فی غیر فائدۃ
دوم یہ کہ موصوف کے لئے ایک صفتِ ذمہ ذکر کرنے کے بعد
کسی حرفِ استنثار کے ساتھ دوسری ناپسندیدہ صفت ذکر کی جائے۔

جیسے القوم شجاع الا انهم جبناؤ
(بہیل) (بزدل)

سوالات

- (۱) محسنات مغنیہ کتنے ہیں؟ (۲) توریہ کی تعریف و مثال ذکر کیجئے (۳) طباق کیا ہے اور اس کی اقسام کتنی ہیں اور کیا کیا؟ (۴) مقابلہ کی تعریف و مثال پیش کیجئے۔ (۵) حسن تعلیل کا کیا مطلب ہے؟
- (۶) تاکید مدح و تاکید ذم کا کیا مطلب ہے اور ہر ایک کی صورتوں کو بتائیے (۷) امثلاً ذیل میں مذکور محسنات کی نشان دہی کیجئے۔

بے استروا قولکم و اجہروا بے لا تحبوا شرکم بل ہو خیرکم
بے فلا اقسر بساتیہون و ما لا تبصرون بے جعل لکم الارض فراشا
والسنا بناء بے و ما نقموا منہم الا ان یومنوا باللہ
بے ہا انا شاعر سراج فاقطع لسانی اردک نوراً
بے لا افضل للقوم الا انہم لا یعرفون للجار حقہ بے الکلام کثیر
التعقید سوی اند مبتذل المعانی بے خیر المال عین ماحرۃ
لعین نائمۃ بے لیس بہ عیب سوی اند لا تقع العین علی سبغہ

محسّنات معنویہ

(۲)
 (۱) مراعاة النظر: (۱) تعریف کسی شے کے ساتھ اس کے مناسب
 امور و اوصاف کو ذکر کرنا بشرطیکہ ان میں تضاد نہ ہو۔

(۲) مثال ۛ

والطیل فی سلك الغصون کلّو لو
 رطب یصافحه النسیم فی سق
 والطیر یقرء والغدیر صحیفۃ
 والربیع تکتب والغمام ینقط

(۳) استخدام: کی دو صورتیں ہیں: —

۱۔ کسی کلام میں ایک لفظ کا ایک مفہوم میں اور اس کی ضمیر کا دوسرے مفہوم
 میں استعمال کرنا، جیسے: فمن شهد منكم الشهر فليصمه۔ اس آیت
 میں "الشهر" سے رمضان کا چاند مراد ہے اور فليصمه میں اس کی
 طرف لوٹنے والی ضمیر سے ماہ رمضان مراد ہے۔

۲۔ ایک مرجع کی طرف دو ضمیروں کا لوٹنا اس طور پر کہ دونوں کے مصداق میں
 اختلاف ہو، جیسے ۛ

فسقى الغضى والساكنیہ وان هم
 شہوہ بین جوانخی وضلوعی
 غفصی کو اس کے رہنے والوں کو
 برصانہ پہلوؤں پہلیوں

”غضی“ ایک جنگلی درخت کا نام ہے جس کی طرف ”الساکنہ اور شہوہ“
میں واحد مذکر غائب کی ضمیر لوٹ رہی ہے مگر پہلی ضمیر سے اس
درخت کا محل اور دوسری سے اس کی آگ مراد ہے۔
(ط) جمع: (۱) تعریف: ایک حکم کے تحت متعدد اشیاء کو جمع کرنا
(۲) مثال: ۵

ان الشباب والفراغ والجده مفسدة للانسان ای مفسده
اس میں تین چیزوں کے لئے ایک حکم ذکر کیا گیا ہے۔
(ث) تفریق: (۱) تعریف: ایک نوع کی دو یا چند اشیاء کے لئے مختلف
حکموں کو ذکر کرنا۔

(۲) مثال: ۵

مانوال الغمام وقت دبیع اکنوال الامیر یوم سغاء
(عطیہ)

فناول الامیر بدرة عین وناول الغمام قطرة ماء
(دہم ودریاد کی تعیلی)

اس میں نوال ”بمعنی عطیہ کے لئے دو الگ الگ مصداق تجویز کئے گئے ہیں
(ل) تقسیم: ۱۔ کی تین صورتیں ہیں: —
۱۔ کسی شے کی تمام اقسام کو بیان کرنا جیسے ۵

وأعلم علم اليوم والامس قبله ولكنني عن علم مافي غد عني
بات آج کی اور کچھ پہلے کی اس سے پہلے
ولکننی عن علم مافی غد عني
الاکال ناواقف

اس میں زمانہ کی تینوں اقسام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۲۔ دو یا چند چیزوں کو ذکر کرنے کے بعد ہر ایک کے مناسب احوال و صفات کا تذکرہ کرنا، جیسے ۵

وَلَا يَقِيمُ عَلَى ضَمِيمٍ يُرَادُ بِهِ
نہیں ٹھہرتی کوئی چیز ظلم پر جس کا اسکے ساتھ ارادہ کیا جائے
إِلَّا الْآذَانُ عَيْرُ الْحَقِّ وَالْوَتِدُ
بجز دو غایت لیل چیزوں کے، مولا کا دعا اور کھونٹا
هَذَا عَلَى الْخَسَفِ مَرْبُوطٌ بِرُؤْيَا
یعنی یہ گدھا زلت کے ساتھ بندھا رہتا ہے
اور اس (کھونٹے) کے سر پر لگتی ہے پھر بھی کوئی اس پر ترس
پہلے شعر میں گدھے اور کھونٹے کے ذکر کے بعد دوسرے میں دونوں کے مناسب
احوال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۳۔ کسی شے کے مختلف احوال بیان کر کے ہر حال کے مناسب صفات کا تذکرہ کرنا، جیسے ۵

سَأَطْلُبُ حَقِّي بِالْقَنَاءِ وَمِثَالِ
(نیزہ) تجزیہ کا دوسرا جو دیر تک نقاب باز رہنے کی وجہ سے فوجوں
كَأَنَّهُمْ مِنْ طُولِ مَا التَّمْثُلُ
سمجھے جاتے ہیں
ثَقَالٌ إِذَا لَاقُوا خِفَافٌ إِذَا دُعُوا
بھاری ہوتے ہیں جبکہ کسی دشمن سے جنگ کریں
كثِيرٌ إِذَا شَدَّوْا قَلِيلٌ إِذَا عُدُّوْا
(حکارتے ہیں) شلہ کے جائیں
ہلکے ہوتے ہیں جبکہ بلائے جائیں

اس میں "مثال" کے مختلف احوال و صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ل) اُستلاف: (۱) تعریف: کلام کے الفاظ کا معانی مقصورہ کے موافق و مناسب ہونا، اس کی رعایت میں فخر و بہادری کے موقع پر بھاری الفاظ اور زوردار عبارت اختیار کی جاتی ہے، اور غزل وغیرہ میں ہلکے پھلکے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۲) امثلہ: اوّل کی جیسے

اذا ما غضبنا غصبةً مضويةً هتكنا حجاب الشمس او قطرت دماً

غصہ قبیلہ مفر کے جیا پھاڑنا یہاں تک کہ پھٹکائے

اذا ما اعزنا سيدنا من قبيلة ذرہا منبر صلی علینا وسلم

عزیت دینا کسی قبیلہ کے سردار کو بلند کسی منبر کی

دوم کی مثال جیسے

لم يطل ليلى ولكن لمانم ونفى عني الكرى طيفاً لم

دور کرنا نیند کو خیالات نے جو آپڑے

(۳) اسلوب الحکیم کی دو صورتیں ہیں:

(۱) مخاطب سے ایسی بات کہنا کہ جس کا وہ متوقع و منتظر نہ ہو، جس کی صورت

یہ ہوتی ہے کہ کلام کو متکلم کی مراد کے خلاف محمل پر لے جایا جائے۔

مثلاً حجاج ثقفی نے "قبشری" شاعر سے کہا "میں تجھ کو

"ادھم" (سیاہ چیز) پر ضرور سوار کروں گا" تو اس نے جواب میں کہا،

امیر جیسا آدمی ہی ایسی چیز پر سوار کر سکتا ہے" اس گفتگو میں

حجاج نے لفظ "ادھم" سے بیڑیاں مراد لی تھیں کہ وہ لوہے کی اور

کالے رنگ کی ہوتی ہیں اور "قبشری" نے اس کو "سیاہ رنگ کے

گھوڑے پر محمول کیا۔

(۲) سائل کے اصل سوال سے صرف نظر کر کے اس کے مناسب کسی مفید

امر کو بتانا، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سائل کسی چیز کی بابت غیر

ضروری پہلو سے سوال کرتا ہے، مخاطب اس سے صرف نظر کر کے ضروری پہلو کا جواب دیتا ہے تاکہ مخاطب اس کی طرف متوجہ ہو۔

مثلاً ایک بوڑھے شخص سے اس کی عمر کی بابت سوال کیا گیا تو جواب میں کہا، خوب زے سے گزر رہی ہے۔ بجائے یہ جواب دینے کے کہ میری عمر کتنی ہے۔ مقصود اس کا یہ تھا کہ عمر کو کیا پوچھتے ہو؟ حال کو پوچھو کہ کیسے گزر کر رہا ہوں۔

سوالات

- (۱) مراعاة النظر کی تعریف و توضیح کیجئے (۲) استخلام کی صورتوں کو سمجھائیے۔
- (۳) جمع و تفریق کیا ہے؟ مثالوں سے سمجھائیے (۴) تقسیم کی کتنی صورتیں ہیں؟ ہر ایک کو مع امثلہ ذکر کیجئے۔ (۵) اختلاف کا کیا مطلب ہے؟ (۶) اسلوب الحکم کی کتنی صورتیں ہیں؟
- (۷) اگر طلباء استاد سے پوچھیں کہ سوالات کیا آ رہے ہیں اور وہ جواب میں کہے۔ محنت کرو محنت تو اس کو کس اصل کے تحت داخل کریں گے۔؟
- (۸) اگر یہ سوال کیا جائے کہ تمہاری کتنی آمدنی ہے تو اسلوب الحکم کے مطابق کیا جواب ہوگا؟

محسنات معنویہ

(۳)

(۱) اِزْصَادُ: (۱) تعریف: کسی جملہ یا شعر کے آغاز میں ایسے کلمہ کا لانا جو اس کے آخر پر دلالت کرے۔

(۲) اَمْثَلُهُ: ۱۔ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ آیت یَظْلِمُوْنَ پر ختم ہے، اور اس سے پہلے آغاز آیت میں بھی یہی مادہ ہے جو اپنے انداز سے بتا رہا ہے کہ اخیر میں کیا آئے گا۔

وَإِذَا الْمُسْتَضِعُّ نَذَعًا ۖ وَمَا أَجَاوِزُهُ إِلَىٰ مَا يَسْتَضِيعُ
تو چھوڑ دے اس کو اور اس کو چھوڑ کر پہنچ جا

پہلے مصرع میں تسطیع اس پر دلالت کر رہا ہے کہ شعر کا آخری کلمہ بھی اسی مادہ سے ہوگا۔

(۳) مُشَاكَلَتٌ: کسی شے کو دوسری شے کے ساتھ جمع ہونے یا اس کا مقابل ہونے کی وجہ سے اس دوسری شے سے تعبیر کرنا۔

جیسے تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ۔ اس آیت میں

اللّٰهُ تَعَالٰی کی طرف "نفس" کا لفظ منسوب ہے اس لئے کہ پہلے چلے میں

یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے تو دوسرے میں اس کے مقابلے میں اللّٰهُ تَعَالٰی

کے لئے یہی لفظ استعمال کر لیا ہے۔

ع) مزاوجت : شرط و جزا میں سے ہر ایک کو اس طور پر لانا کہ ایک جس معنی کا ترتب ہو رہا ہو دوسرے پر بھی اس معنی کا ترتب ہو۔

جیسے ۱۔ اذاما نہی الناهی فلیج فی الہوی

جب منع کرے منع کرنے والا تو پیچھے ہڑباتی ہے میرے خواہش نفس

اصاخت الی الواشی فلیج بہا الہاجر

محبوب بات سنتی ہے غفلتور کی تو ترک تعلق اسکے لئے لازم ہو جاتا ہے

اس شعر میں پہلے مصرع میں اذاما نہی الناهی شرط ہے اور دوسرے

میں اصاخت الی الواشی جزا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک پر ایک

ہی معنی یعنی "لیج" (یعنی مُعْرِض ہونا لازم ہونا) کا ترتب ہو رہا ہے۔

ث) رجوع : کسی نکتہ کی وجہ سے کلام سابق کو باطل قرار دینا۔

جیسے ۲۔ قف بالدیار التي لم یعفها القدم

تھمرا ^{نہیں ٹایا} ^{پڑا ہوا}

بلی وغیرہا الارباح والدیم

سدا ارش

شاعر نے پہلے مصرع میں جس امر کی نفی کی ہے 'دوسرے میں بلی

کے ذریعہ اس کو ثابت کیا ہے اور باقی الفاظ سے مزید اس کی تاکید کی ہے۔

ص) لف و نشر

۱) تعریف : چند چیزوں کا اجمالاً تفضیلاً ذکر کرنے کے بعد ان میں سے

ہر ایک کے تعلقات کو بیان کرنا۔ اس قسم کے پہلے کو کون گیس کا

معلق ہے معنی اس اعتبار کے مخالف ہے۔

۲) تعریف : کہ ایک لفظ

(۲) صوراً: اجمال میں تو ایک ہی صورت ہوتی ہے، البتہ تفصیل میں دو صورتیں ہوتی ہیں، (الف) لف و نشر مرتب (ب) لف و نشر غیر مرتب۔
(الف) لف و نشر مرتب: تعلقات کے ذکر کرنے میں سابق ترتیب کا خیال رکھنا۔

جیسے جعل لکم اللیل والنہار لتسکونافیه ولتبتغوا
من فضله۔ اس آیت میں "لیل و نہار" کے ذکر کے بعد ان کے حالات
کے ذکر میں ترتیب کی رعایت رکھی گئی ہے۔ پہلا جملہ "لتسکونافیه"
'لیل' کا متعلق ہے اور دوسرا 'نہار' کا متعلق ہے۔
(ب) لف و نشر غیر مرتب: (جس کو "مَشْوَش" بھی کہتے ہیں)
تعلقات کے ذکر میں سابق ترتیب کی رعایت نہ رکھنا۔

جیسے ۱ کیف اسلو وانت حقیقٌ وغصنٌ
کیتے میں مبرکروں بڑی دھول ہے

وغزالٌ لحظاً وقذاً وسادفاً
ہرن ہے آنکھ میں قدیں سربیں

اس شعر میں شاعر نے تعلقات کے ذکر میں ترتیب کو پلٹ دیا ہے کہ
'غزال' جو کہ آخر میں ہے اس کے متعلق 'لحظاً' کو سب سے پہلے اور 'حقف'
کے متعلق کو سب کے بعد ذکر کیا ہے۔

(۳) تجرید: ایک شے جو کسی وصف کے ساتھ مقصوف ہو اس اتفاق میں اس

نے اپنا کلام ادھول ڈھیر ہوں اس سے مراد ہے اس کے بڑے دھول ہونے کا۔

کے لئے مبالغہ کو ظاہر کرنے کی غرض سے اس شے سے اسی وصف کی حامل کسی شے کو نکالنا۔

جیسے کسی شخص کی تعریف میں کہنا: لَنْ سَأَلْتُ فَلَانًا لَتَسْأَلَنِي بِهِ
البحر (اگر تم فلاں سے کوئی سوال کر دے گا تو اس کے ساتھ یا اس کی وجہ سے سُندر سوال کر دے گا۔

وہ اس درجہ کا سختی ہے)

تجربہ کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔

ش (مبالغہ: کسی شے کے اندر پائے جانے والے کسی وصف کے متعلق
قوت یا ضعف میں محال یا بعید از قیاس حدوں تک پہنچنے کا دعویٰ کرنا
مبالغہ کی تین اقسام ذکر کی گئی ہیں: ۱۔ تبلیغ، ۲۔ اغراق، ۳۔ غلو،
پھر غلو کی بہت سی صورتیں ہیں جن میں سے بعض مقبول ہیں اور بعض
غیر مقبول ۵

لا تَرَانِي مَصَافِحًا كَفَّ يَحْيَىٰ اَنْحَىٰ اِنْ فَعَلْتَ ضِيعَت مَالِي
لَوْ يَمْسُ الْبَخِيلُ رَاحَةً يَحْيَىٰ لَسَخَتْ نَفْسُهُ بِمِثْلِ النِّوَالِ
(بھیلی)

شاعر کا مقصد ”یحییٰ“ کی سخاوت کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا ہے
کہ اس کے ہاتھ سے کسی کا ہاتھ چھو جائے تو پھر وہ اپنے مال کو جمع
کر کے نہیں رکھ سکے گا، سب لٹا دے گا۔ حتیٰ کہ بخیل شخص بھی
یحییٰ کی بھیلی کو چھو لینے کے بعد اپنے بخل کو چھوڑ دے گا۔

سوالات

- (۱) ارصاد کی تعریف و توضیح کیجئے (۲) مشاکلت کیا ہے ؟ (۳) مزاوجت کا کیا مطلب ہے ؟
 (۴) رجوع کی تعریف کیجئے۔ (۵) لف و نشر کی تشریح کر کے اقام بتائیے۔
 (۶) تجرید کس کو کہتے ہیں ؟ (۷) بالغنہ کیا ہے بتائیے۔ (۸) اشلہ ذیل میں مثل را
 نشانہ ہی کیجئے: —

بـ ثلاثۃ تشرق الدنیا ببہجتها شمس الضحیٰ وابو اسحق والقمر
 بـ ونکدم جارنا مدام فینا ونُتبعہ الکرامة حیث مالا
 (پچھے لگانا) (راہل ہوتا)

محسنات معنویہ

(۴)

توجیہ: ایسے الفاظ جو عرف میں بطور "اعلام" استعمال ہوتے ہیں ان کو کسی کلام میں لاکر ان کے اصل معانی جس کے لئے ان کو وضع کیا گیا ہو مراد لینا۔

جیسے: اذا فاخته الريح و لت عليه
فارس مقابل کرنا پیٹھ دکھانا اور کر
بازيال کشتان الثرى تتعشر
دائروں سے ٹیلوں کے نمناک مٹی کے الجھتی ہوئی

به الفضل يبدو والربيع و كم غذا به الرّوض يحيى ولا شاك جعفر
اسی کے ذریعہ بڑائی ظاہر ہوتی ہے اور بہار آتی ہے اور کہتے اس کے ذریعہ چمن حیات پاگئے ہیں۔
اور وہ بلا شک ایک ندری ہے

دوسرے شعر میں اگرچہ آنے والے الفاظ سے ان کے معانی مراد ہیں مگر ان میں سے الفضل، ربیع، یحیی، جعفر سب اعلام ہیں۔

ت) ابہتسام: دو متضاد محلوں و مطالب والا کلام استعمال کرنا۔
جیسے کسی ایک آنکھ سے معذور شخص کے لئے کمالیت عینیہ سواء کر یہ جملہ دعا اور بددعا دونوں کو محتمل ہے اس لئے کہ اگر دونوں سے مینا ہونا مراد ہو تو دعا ہے اور اگر دونوں سے نابینا ہونا مراد لیا جائے تو بددعا ہوگی۔
ث) استطراد: (۱) تعریف، ایک سلسلہ کلام میں کسی مناسبت کی بنا پر

ایک غرض جس سے متعلق گفتگو چل رہی ہو، اس کو چھوڑ کر دوسری غرض سے
متعلق کلام لانا، اور پھر سابق غرض کی طرف لوٹ آنا،

جیسے

إِنَّا أَنَا سِئِلُ الْقَتْلِ سَبَّةً إِذَا مَارَاتَهُ عَامِرٌ وَسَلُولُ
گالی، برا کلام جیسا کہ سمجھتے ہیں اس کو عامر و سلول

يَقْرَبُ حُبُّ الْمَوْتِ أَجَالَنَا وَتَكْرَهُهُ أَجَالُهُمْ فَتَطُولُ
ہماری موتوں کو و تکرہ اجالہم فتطول

وَمَامَاتٍ مِّنَ سَيْدٍ حَتَفَ أَنفَهُ وَلَا طَلَّ مَنَاحِيثُ كَانَ قَتِيلُ
اپنی طبیعت موت اور نہیں ضائع کیا ہم میں کسی مقتول کا خون

پہلے شعر میں شاعر نے اپنے قبیلے کے مفاخر کو بیان کیا ہے پھر اس کے
دوسرے مصرع میں اور دوسرے شعر میں عامر و سلول کی ہجو کی ہے، اور
تیسرے شعر میں پھر سابق غرض کی طرف آگیا ہے۔
(ج) افقتان، دو مختلف فنون کو ایک کلام میں جمع کرنا۔

مثلاً شعرو شاعری سے متعلق دو فن، غزل (عشقیہ شاعری) اور حماسہ
(ربان شجاعت پر مشتمل شاعری) کو ایک موقع پر جمع کرنا، ایسے ہی مدح و
ہجاء کو ایک موقع پر نیز تعزیت و تہنیت کو ایک موقع پر جمع کرنا، استطراد
کی مثال مذکور میں مدح و ہجو دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔

(ذ) اومانج: کلام کی جو غرض ہو اس کے علاوہ بھی کسی معنی کو متضمن ہونا

جیسے اَقْلَبُ فِيهِ اِحْفَانِي كَأَنِّي
پشتا کہوں پڑھوں کہ

أَعْدَبَهَا عَلَيَّ الدَّهْرُ ذُنُوبًا

اس میں شاعر اصلاً رات کی دل آزاری کو بیان کرنا چاہتا ہے مگر ضمناً زمانہ کی شکایت بھی آگئی ہے۔

(۲۶) **الثقات:** سیاق و سلسلہ کلام کے متقاضی کے خلاف غیبت و تکلم و خطاب کے صیغوں کا استعمال کرنا، یعنی سلسلہ کلام میں جس صیغہ و ضمیر کو استعمال کیا جارہا ہو اور جسے لانا چاہیے اسے چھوڑ کر دوسرے صیغہ کو لانا۔
جیسے

تطاول ليلك بالآثم	و نام الخلق و لم ترق
(دراز ہونا)	(عشق سے خالی)
(مقام کا نام ہے)	(سزا)
ربات و ربات له ليلة	كليلة ذي العائر الاسمد
(رات گزارنا)	(آشوب چشم کی تکلیف والا)

وذلك من نباء جافق و نبتت عن ابى الاسود
ان اشعار میں پہلے میں خطاب کے صیغہ کا اور دوسرے میں غیبت اور تیسرے میں تکلم کے صیغوں کا مصداق ایک ہی شخص آہر وہ خود شاعر ہے مگر اس نے ہر شعر میں صیغے بدل دیے ہیں۔

ایسا اس لئے بھی کرتے ہیں کہ کلام کا اسلوب بدل جائے کہ یہ چیز یعنی ایک سلسلہ کلام میں مختلف پیرایہ بیان کو اپنانا مستقل حسن رکھتا ہے پھر یہ کہ اس کی غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ سامع کی اکتاہٹ ختم کی جائے اور اس کی توجہ کو کلام کی طرف مزید بڑھایا جائے۔

(۲۷) **احتباك:** کلام میں دو بالمقابل اشیاء کا ان کے احوال کے ساتھ اس طور پر ذکر کرنا کہ ایک کے لئے جو چیز ذکر کی جائے دوسرے کے

بیان میں اس کے مقابل کو چھوڑ دیا جائے۔

جیسے ارشاد باری: "هو الذی جعل لکم اللیل لتکونوا فیہ والنهار مبصرًا" کہ یہ مضمون اصل پورا یوں ہے: "هو الذی جعل لکم اللیل مظلمًا لتکونوا فیہ والنهار مبصرًا لتبغروا فیہ" کہ "لیل و نہار" ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں، یہاں دونوں کا ایک ایک وصف اور وصف کے مطابق حکمت کو ذکر کرنا مقصود ہے، مگر کیا یہ گیا کہ "لیل" کا وصف "مظلمًا" نہیں ذکر کیا گیا ہے اور اس کی حکمت "لتکونوا فیہ" بیان کی گئی ہے، اور "نہار" کا وصف "مبصرًا" مذکور ہے مگر حکمت چھوڑ دی گئی ہے۔

غ) تو زلیع و حذف، کسی کلام کے تمام یا اکثر الفاظ میں کسی حرف کے ذکر کا التزام، یا حذف کا، اول کو تو زلیع "اور دوم کو" حذف" کہتے ہیں۔ اول کی مثال ہے

سيف یسرك سلہ وسؤالہ لمساءة تؤسی و سلب نفوس
دوم کی مثال ہے

أعدد لحسادك حد السلاح و اورد الامل و زاد السماح
تیلو کر حد کرنے والوں کے لئے دھارم تھیاد کی لجا (امید رکھنے والے کو) گھاٹ پر سخاوت کے
اس میں نقطہ والے حروف سے احتراز کیا گیا ہے۔

سوالات

- (۱) توجیہ کی تعریف کیجئے (۲) ابہام کا مطلب بتائیے (۳) استطراد کس کو کہتے ہیں؟
 (۴) افتنان کیا ہے؟ (۵) ادماج کو سمجھائیے (۶) التفات کا کیا مطلب ہے اور اس کی
 غرض کیا ہوتی ہے؟ (۷) اعتبار کی تعریف و توضیح کیجئے۔ (۸) توزیع کا کیا مطلب ہے؟
 (۹) صزن کس کو کہتے ہیں؟ (۱۰) اشلہ ذیل میں مذکورہ بالا محسنات کی نشان دہی کیجئے:

۱۔ بَارَكَ اللهُ لِلْحَمَنِ وَلِبُورَانٍ فِي الْحَمَنِ ، يَا أَمَامَ الْهَدْيِ ظَفَرَتْ وَلَكِنْ بَبْنَتٍ مِنْ

۲۔ مَا حُسْنُ بَيْتٍ لَهُ زُخْرُفٌ تَرَاهُ إِذَا زَلْزَلَتْ لِحْرِيكَنْ

۳۔ اصْبِرْ يَزِيدُ فَقَدْ فَارَقْتَ ذَا ثِقَةٍ وَأَشْكُرْ حِبَاءَ الَّذِي مَالَهُ صِفَاكُ
لَا تُنْ أَتَمَادُ عَطِيَّة چُتْنَا

۴۔ سَمِعَ الْبَيْدِيَّةَ لَيْسَ يَمْسُكُ لَفْظَهُ فَكَأَنَّمَا الْفَاظُ مِنْ مَالِهِ
سنی ہے بدایت گوئی میں نہیں روک سکتا اپنے الفاظ کو

۵۔ وَانْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْ نَبَاتٍ شَتَّى

خاتمہ

اس عنوان کے تحت مزید چند محسنات کو ذکر کیا جا رہا ہے۔ ان کا تعلق لفظ و معنی دونوں ہی کی تحسین سے ہے، اسی لئے محسنات لفظیہ و محسنات معنویہ کی تفصیلات سے الگ کر کے ان کو ذکر کیا جا رہا ہے کہ یہ دونوں جہات کی جامع ہیں اور یہ ہیں۔

- ۱۔ تضمین، ۲۔ عقد و حل، ۳۔ تلخیص، ۴۔ حسن ابتداء
- ۵۔ براعتہ استہلال، ۶۔ حسن تخلص، ۷۔ حسن انتہار

۸۔ براعتہ الطالب۔

۱۔ تضمین: دوسرے کے کسی مصرع یا شعر کو اپنے شعر یا نظم میں شامل کرنا کبھی اس کے لئے اصل شعر میں کچھ ترمیم بھی کر دی جاتی ہے اور کبھی شعری شاعر کے معروف نہ ہونے کی صورت میں اس پر تہنیت بھی ہوتی ہے۔

مثال: ۵

علیٰ اُنّی سائنشد عند بیعی

أضاعونی وائی فقی اضاعوا

اس میں دوسرا مصرع دوسرے شاعر کا ہے۔

۲۔ عقد و حل: شعر کو نظم میں اور نظم کو شعر میں منتقل کرنا

۳۔ تلخیص: کلام میں کسی آیت، حدیث، مشور شعریا ضرب المثل و کسی

مسئلے کی طرف اشارہ کرنا، جیسے مقررین اہم واقعات کی طرف بسا اوقات
جملوں و لفظوں میں اشارہ کرتے ہیں۔

۴۔ حسن ابتداء آغازِ کلام کا شیریں بیان، صحیح المعنی اور ترکیب و ترتیب میں
مناسب و موزوں ہونا، جیسے ایک شاعر نے کسی کو صحت کی مبارکباد
دیتے ہوئے کہا۔

المجد عوفی اذا عوفیت والکرم و زال عنک الی اعدائک السقم
عافیت لی گئی عافیت لی گئی

۵۔ براعت استہلال: حسن ابتداء کے لئے مذکورہ امور کی رعایت
کے ساتھ مقصود کے ذکر کی طرف اشارہ کرنے والے الفاظ کا استعمال کرنا
درآخالیکہ اس موقع پر ان الفاظ کے اصل معانی مراد ہوں۔

مثلاً کسی کتاب کے مقدمہ میں موضوع و مباحث کے مناسب کلمات
کالانا، جیسے کسی فقہ کی کتاب کے مقدمہ میں کتب فقہ کے ناموں کو ذکر کرنا ان کے
لغوی معانی کو مراد لیتے ہوئے محض ان کتابوں کی طرف ذہن کو منتقل کرانے
اور اشارے کے لئے، فقہ کی ایک کتاب کے مقدمہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

الحمد لله هو الفقه الاکبر، والجامع الکبیر لزیادات

فیقه المبسوط، الدرر الغرر بہ الہدایہ و منہ

البدایہ والیہ النہایہ، و بحمدہ الوقایہ و نقایہ

الدراۃ، و عین العنایہ و حسن الکفایہ الخ

تمام وہ الفاظ جن پر نمبر پڑے ہیں، کتب فقہ کے اسام ہیں۔

۶۔ حسن تخلص، افتتاحیہ گفتگو سے مقصود کی طرف منتقل ہونا مقصود اور افتتاحی گفتگو کے درمیان مناسبت کی رعایت رکھتے ہوئے۔

جیسے ۵

دَعَتِ النَّوَى بِفِرَاقِهِمْ فَتَشْتَتُوا رَضِيَ الزَّمَانُ بَيْنَهُمْ فَتَبَدُّوا
بجور کیا سفر نے ان کے فراق پر پس وہ منتشر ہو گئے (دھر اور دھروا)
دھرد میمِ الحالتین فمابہ سوی جود ابن ارتق یحمد
(دو بری حالتوں والا) بجز سخاوت کے ابن ارتق کی کہ اس کی تعریف کی جائے

اس شعر میں ابن ارتق کی سخاوت کو بیان کرنا مقصود ہے، افتتاحی بات سے شاعر اس کی طرف منتقل ہوا تو زمانہ کی مذمت کر کے "فمابہ" کے ذریعہ افتتاح اور مقصود کے درمیان مناسبت کے لحاظ کو ظاہر کیا ہے۔
حسن انتہاء، آخر کلام کا حسن ابتداء کے لئے ذکر کردہ اوصاف کے ساتھ مصنف ہونا۔

اور اگر اس میں اختتام کی طرف بھی اشارہ ہو تو اسے "براعۃ الانقطاع" کہتے ہیں، جیسے ۵

بَقِيتَ بقاء الدھر یا کھف املہ وھذا دعاء للبریۃ شامل
(لئے غار والو)

۸۔ براعۃ طلب، اپنی طلب و مطلوب کو تصریح کے بغیر پیش کرنا۔

جیسے ۵

و فی النفس حاجاتٌ و فیہا فطانۃ سلّو قی کلام عندہا و خطاب
(دل انتہا) (ضرورت کے وقت گفتگو پر توجہ)

سوالات

- (۱) حسن ابتداء و انتہاء کو سمجھائیے۔
 - (۲) براعۃ استملاال اور براعۃ انقطاع کا کیا مطلب ہے؟
 - (۳) براعۃ طلب کی تعریف کیجئے
 - (۴) حسن تخلص کس کو کہتے ہیں؟
 - (۵) عقد و حل کی تعریف کیجئے۔
 - (۶) تلمیح کیا ہے؟ اس کی کوئی مثال دیجئے
 - (۷) تفسیہ کا کیا مطلب ہے؟ وضاحت کیجئے
-

قد فرغت من تسويد هذا الكتاب حينما اردت
طبعه مرة ثانية بصورة منقحة ومهذبة .

بعد العشاء وكنت بمدرسة تعليم القرآن الواقعة
بقريه سنديله من نواحي لكناؤ. وذلك يوم

السبت ، السادس من شهر محرم الحرام سنة ١٤٠٧ هـ

العبد محمد سعيد السدي

العبد محمد عبيد الله السدي